Www.UrduFanz.Com
دھماکے کا مجرم
۱۵۵/۱۰
اشتیاق احمد

آفتاب، آصف، فرحت
اور— انسپکٹر کامران مرزا سیریز
ناول نمبر ۳۸۶
دھماکے کا مجرم
اشتیاق احمد

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے
کو سنا، وہ کہہ رہے تھے، یا اللہ! میں تجھ سے سفید محل
مانگتا ہوں جنت کی دائیں طرف جب میں اس میں داخل
ہوں، تو کہا: اے چھوٹے میرے بیٹے! اللہ سے جنت
مانگ اور پناہ مانگ اس کی دوزخ سے، بس یہی کافی ہے،
کیوں کہ میں نے سنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، قریب زمانے میں ایسے لوگ پیدا
ہوں گے جو حد سے بڑھ جاویں گے دعا کو ت

(سنن ابن ماجہ شریف، جلد سوم،
صفحہ نمبر ۲۲۱، حدیث نمبر ۵۵)

ت اور طہارت کو، دونوں میں مبالغہ اور اسراف کرنا
سنت کے خلاف ہے۔ یہاں سے کراہت نکلی، ان پرتکلف
دعاؤں کی، جو متاخرین نے ایجاد کیں ہیں اور جاہل ان کے
الفاظ پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ عمدہ دعائیں وہی ہیں جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم
پسند کرتے تھے مختصر اور جامع دُعا کو)

○

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سی دُعا افضل ہے؟ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے مالک سے عفو اور تندرستی
طلب کر دُنیا اور آخرت میں — پھر وُہ شخص دُوسرے دن
آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سی دُعا
افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے مالک سے
تندرستی مانگ دُنیا اور آخرت میں — پھر وہی شخص تیسرے
دن آیا اور کہنے لگا، اے نبی اللہ کے (صلی اللہ علیہ وسلم) کون
سی دُعا افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے
مالک سے عفو اور تندرستی مانگ دُنیا اور آخرت میں، جب
تجھ کو معافی اور تندرستی دی جائے دُنیا اور آخرت میں تو
تُو نے نجات پائی —

سُنن ابنِ ماجہ شریف، جلد سوم
صفحہ نمبر ۲۱۳، حدیث نمبر ۳۸۴۸)

○

دو باتیں

السلام علیکم!

پچھلے دنوں چنیوٹ میں ایک مسجد میں
قرآن کریم جلائے گئے تھے — اس پر غم و
غصّے کا اظہار کیا گیا — انتظامیہ نے دوڑ دھوپ
کی اور سُننے میں آیا کہ قرآن کریم کے
نسخوں کو آگ لگانے والا گرفتار کر لیا گیا
ہے — اور وہ ایک مرزائی ہے — قرآن کریم
کے نسخوں کو آگ لگانے کی یہ سازش
ربوہ میں تیار ہوئی تھی — ایک ملزم
کی نشاندہی پر ایک دو مرزائی اور بھی
گرفتار کیے گئے ہیں —

اخبار کی خبر نے یہ بھی بتایا ہے کہ
تمام کلیدی عہدوں پر لگے ہوئے مرزائیوں
کی کوشش اب یہ ہے کہ تفتیش کا رُخ

ربوے کی طرف نہ مڑنے پائے۔

اس کوشش کا صرف اور صرف یہ مطلب ہے کہ سازش واقعی وہیں تیار ہوئی تھی، ورنہ ان لوگوں کو کیا پریشانی تھی — کیوں یہ لوگ اس کوشش میں ہیں کہ تفتیش کا رُخ ربوے کی طرف نہ ہو — اگر سازش وہاں تیار نہیں ہوئی تھی تو ہوتا رہے رُخ — تفتیش کا رُخ ہونے سے کیا ہوتا ہے —

لیکن جب دل میں چور ہو — دال میں کالا ہو تو وہ صاف نظر آ جاتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ انتظامیہ اپنی تفتیش کو آگے بڑھاتی ہے یا نہیں — میں تو کہتا ہوں، اگر صحیح خطوط پر تفتیش کی جائے تو پشاور کے واقعات میں بھی انہی کا ہاتھ ثابت ہوگا —

ہمارے ایک بزرگ تھے — عالمی مجلس ختم نبوت کے رہنما — ان کا قول کبھی کبھی مجھے حیرت زدہ کر دیتا ہے — انہوں نے

فرمایا تھا:

" بھائی — اگر سمندر میں دو مچھلیاں لڑ پڑیں تو سمجھ لیں، یہ بھی مرزائیوں کی سازش ہے۔"

اخبار میں میں نے جب یہ خبر پڑھی تو اس وقت بھی ان بزرگ کا یہ قول یاد آیا اور میں حیرت زدہ رہ گیا، کیونکہ اس سے پہلے عام خیال تو یہی تھا کہ یہ حرکت شیعوں کی ہے — لیکن معلوم ہوا — شیعہ سنی فساد کرانے کا منصوبہ مرزائیوں نے بنایا تھا — اس پر بھی کہا جاتا ہے — کہ مرزائی ملک دشمن نہیں ہیں —

قرآن کہتا ہے — یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ — یہ تمہارے دوست نہیں، آپس میں دوست ہیں —

معلوم ہوا، غیر مسلم مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے — یہ بھی غیر مسلم ہیں — اور پھر ان کے تو یہودیوں سے بہت گہرے تعلقات ہیں — اسرائیل کی فوج میں مرزائی بھی شامل ہیں،

اسرائیلی جب فلسطینیوں پر گولیاں برساتے ہیں تو ان گولیاں برسانے والوں میں مرزائی بھی ہوتے ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ مطلب یہ کہ جہاں کہیں دشمنی نکالنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ نکالتے ہیں۔ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں ان کی سازشوں سے بال بال بچائے رکھے۔ اور ہمارے ملک کو بھی۔ آمین!

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا :

- قبروں کو پختہ کرنے سے۔
- قبروں پر کتبے لگانے سے۔
- قبروں پر عمارتیں بنانے سے۔
- قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے۔
- قبروں پر عُرس کرنے سے۔
- قبروں پر چراغاں کرنے سے۔
- قبروں پر عورتوں کے جانے سے۔
- قبروں کو بلند کرنے سے۔
- قبروں پر میلہ لگانے سے۔
- قبروں کو پوجنے سے۔

بحوالہ:

بُخاری — مُسلم — ترمذی — ابن ماجہ — ابو داؤد — نسائی — موطا امام مالک — مشکوٰۃ

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ :

- یہ وقت نماز کا تو نہیں ——
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا ——
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں ——
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا ——
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ!

مخلص :

اشتیاق احمد

بم

ایس پی رشید ٹوڈگر کے کان کھڑے ہو گئے۔ ان کی نظریں اُن تینوں پر جم گئیں۔ وہ تینوں بہت عجیب و غریب باتیں کر رہے تھے :

"میں شرط لگاتا ہوں۔ آج قصبے کے شمالی علاقے میں دھماکا ہو گا۔" ان میں سے ایک کہ رہا تھا۔

"بالکل غلط۔" دوسرے نے میز پر ہاتھ مارا۔

"اچھا تو بالکل صحیح کیا ہے، یہ تم بتا دو۔" تیسری جو لڑکی تھی، جھنجھلا کر بولی۔

"جنوبی حصّے میں دھماکا ہو گا۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتی۔" لڑکی نے منہ بنایا۔

"میں تو سمجھتا ہوں، تم کچھ بھی نہیں سمجھتیں۔" درمیانی لڑکے نے جھنجھلا کر کہا۔

"بھئی پہلے اس کا خیال تو سُن لو۔" پہلا جل کر بولا۔

"اچھی بات ہے — سُناؤ بھئی تم اپنا خیال — لیکن شرط یہ ہے، غلط نہ ہو۔"

"خیر تو ہے، آج بات بات پر شرط لگا رہے ہو۔" درمیانی لڑکے نے حیرت کا اظہار کیا۔

"کیا کیا جائے — مجبوری ہے۔" پہلا مسکرایا۔

"مجبوری ہے؟"

"مجبوری — کیسی مجبوری؟"

"کوئی ایسی ویسی مجبوری — بہت ٹھاٹھ دار اور تگڑی سی مجبوری۔" پہلا ہنسا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا جناب کا۔" درمیانی لڑکے نے بُرا سا منہ بنایا۔

"نہیں — ابھی نہیں چلا — اگر کسی وقت چل گیا تو پہلے تم پر وار کروں گا۔" پہلے نے فوراً کہا۔

"میرا خیال ہے — تم بے بات کی باتوں میں اُلجھ کر رہ گئے ہو — اس کا فائدہ کوئی نہیں ہو گا، وقت ضائع ہونے کا نقصان ضرور ہو گا — تم تو جانتے ہی ہو — ہمارے مُلک میں بے چارے وقت کو کوئی گھاس تک نہیں ڈالتا، اس قدر فضول اور بے قیمت چیز سمجھا جاتا ہے وقت کو، کہ کیا بتاؤں، ویسے وقت وقت کی بات ہے — لوگ وقت کی بہت قدر

کیا کرتے تھے، اب نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔"

"کچھ بھی نہیں ہو گیا — بس ایک بات ہو گئی ہے۔" لڑکی نے منہ بنایا۔

"چلو تو تم وہی ایک بات بتا دو — ہم کون سا تم سے دو باتیں پوچھ رہے ہیں۔" درمیانی لڑکے نے فوراً کہا۔

"وہی ایک بات — کون سی وہی ایک بات؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کہ اب ہر ہاتھ پر گھڑی نظر آتی ہے — اس وقت گھڑی کسی کسی کے پاس ہوتی تھی — صاف ظاہر ہے، جب چیز کم ہوتی ہے تو اس کی قدر بھی بہت ہوتی ہے اور جب چیز زیادہ ہوتی ہے تو قدر کھو دیتی ہے — لہٰذا گھڑیوں کی تعداد بے تحاشہ ہو جانے کی وجہ سے وقت بے چارے کی قدر ختم ہو گئی ہے، اس کو دل کھول کر ضائع کیا جاتا ہے۔"

"حد ہو گئی — اس قدر لمبی چوڑی بحث کر ڈالی — اور پھر کوڑی بھی بہت دُور کی لائے — ہے کوئی تُک؟"

"تُک کی بات تو اس پورے قصبے میں نہیں ملتی — ان دھماکوں کو ہی لے لو۔"

"ہم کیوں لے لیں ان دھماکوں کو — پورا قصبہ تو پہلے ہی لینے پر مجبور ہے — باز آئے ہم تو ایسے لینے دینے سے۔"

"توبہ ہے تم سے — بات کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہو۔"

"یہ میرا قصور نہیں — باتوں کا قصور ہے — وہ خود کہیں کی کہیں پہنچ جاتی ہیں۔"

"اچھا بابا — مان گئے — اب فرحت کو اپنا خیال تو ظاہر کرنے دو۔"

"تو میں نے کیا اس کی زبان پکڑ رکھی ہے؟"

"اپنی زبان کو پکڑو گے تو وہ کچھ بول سکے گی نا۔"

"یہ لو۔" درمیانی لڑکے نے زبان منہ سے نکالی اور چٹکی میں اس کو پکڑ لیا۔

"ارے ارے — یہ کیا؟"

"جو تم نے کہا — یہ بس وہی ہے۔"

"تم سے خدا سمجھے۔"

"خدا سے تو بس رحم کی بھیک مل جائے — سمجھنے سمجھانے کی بات نہ کرو۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"سنو بھئی — میرا خیال ہے — آج دھماکا ٹال کے چوک پر ہو گا۔"

"ٹھٹ — ٹال کے چوک پر — ارے یہ کیا — تم نے تو بالکل فٹ جگہ تک بتا دی — کیا آج کل نجومی ہو رہی ہو۔" پہلے نے گھبرا کر کہا۔

"میں تو نجومیوں سے دور بھاگتی ہوں — مستقبل کا حال وہ کیا جانیں — صرف اور صرف اللہ جانیں۔"

"بالکل! اس میں کیا شک ہے، لیکن پھر تم نے کس طرح کہہ دیا — آج دھماکا ٹال کے چوک پر ہو گا۔"

"اور میں کہتا ہوں — نہیں ہو گا ٹال کے چوک پر آخر تم..."

"تم اس بات کو چھوڑو — آؤ ٹال کے چوک چلیں — شاید ہم دھماکے کو ہونے سے روک سکیں۔"

"حد ہو گئی — اب دھماکے بھی ہونے سے رکنے لگے۔ وہ بھی ہمارے ذریعے۔"

"بھئی ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔"

"تو پھر اٹھتے کیوں نہیں — کیا اس وقت اٹھو گے جب دھماکا ہونے کی خبر یہاں تک آ جائے گی۔"

"لو اٹھ گیا — لال پیلے کیوں ہو رہے ہو — نیلے کالے ہونے تو ایک بات بھی ہے۔"

"ایک کیوں — پھر تو دو باتیں ہوں گی۔" لڑکی ہنسی۔

"کیا کہا — دو باتیں ہوں گی — کون سی دو باتیں؟"

"ایک نیلے ہونے والی، دوسرے کالے ہونے والی۔"

"توبہ ہے تم سے۔"

تینوں اُٹھ کر ہوٹل کے دروازے کی طرف بڑھے۔
ہوٹل جان قصبے کا سب سے بڑا ہوٹل تھا۔ کہنے کو یہ
ایک پہاڑی قصبہ تھا، لیکن یہ کئی شہروں سے بڑا قصبہ
تھا اور بہار کے موسم میں تو یہاں پورے ملک سے لوگ
آتے ہیں۔ سیر اور تفریح کے لیے اس سے زیادہ خوش نما
اور پُر فضا علاقہ اور کوئی نہیں تھا۔ لیکن ان دنوں۔ موسم
اگرچہ بہار کا تھا۔ قصبے کی رونق اجڑی اجڑی تھی۔ بہت کم
لوگ دوسرے شہروں سے سیر کی غرض سے آئے تھے، جب کہ
ہر سال اس موسم میں یہاں ہوٹلوں اور کرائے کی عمارتوں میں
بہت رش رہتا تھا، تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی تھی اور
بہت سے لوگ تو فٹ پاتھوں اور پارکوں میں رات گزارتے
تھے۔ جب کہ آج کل یہ قصبہ سونا سونا تھا اور وجہ اس کی یہ
بھی کہ یہ قصبہ آج کل دھماکوں کا شہر بنا ہوا تھا۔ آئے
دن کہیں نہ کہیں دھماکے ضرور ہوتے تھے۔ اور جانی اور
مالی نقصان بے تحاشہ ہو رہا تھا، کیونکہ بم کافی طاقت ور
استعمال کیے جا رہے تھے۔

ایس پی رشید ڈوگر ان دھماکوں کی وجہ سے بہت پریشان
تھے۔ وہ اس وقت تک پورا زور مجرموں کی گرفتاری
کے لیے لگا چکے تھے، لیکن ایک مجرم بھی گرفتار نہیں

ہو سکا تھا۔ کسی کو کانوں کان پتا نہیں چلتا تھا اور دھماکا
ہو جاتا تھا۔ کبھی بم پھلوں کی کسی ٹوکری میں رکھ دیا
جاتا تھا تو کبھی کسی پارک کی کیاریوں میں۔

آج بھی ایس پی رشید ڈوگر سادہ لباس میں اسی چکر
میں نکلے تھے۔ کہ شاید کسی مجرم سے سامنا ہو جائے اور
وہ اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیں۔ شام تک اِدھر اُدھر
گھومنے کے بعد تھک ہار کر وہ چائے پینے کے لیے
ہوٹل جان میں گھس گئے تھے۔ کہ یہ تینوں وہاں بیٹھے
نظر آئے اور ان کی باتوں نے تو انھیں اُلجھا ہی لیا،
تینوں صرف اور صرف بموں کے دھماکوں کی باتیں کر
رہے تھے اور شرطیہ کہ رہے تھے کہ فلاں جگہ دھماکا
ہو گا۔ ایسے میں ان کے کان نہ کھڑے ہوتے تو
کیا ہوتا۔ لہٰذا جونہی وہ تینوں جانے کے لیے اُٹھے۔
وہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اُن کا خیال تھا کہ وہ تینوں کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر
مال کے چوک تک جائیں گے۔ لیکن یہ دیکھ کر انھیں
بہت حیرت ہوئی کہ وہ تو ایک کار میں بیٹھ رہے
تھے۔ سفید رنگ کی خوب صورت اور نئی کار میں۔ ان
کی حیرت اور بڑھی۔ اپنی جیپ کی طرف جاتے ہوئے

انھوں نے سفید کار کا نمبر نوٹ کر لیا ۔ نمبر ڈی ٹی ۹۱ تھا ۔ اور پھر اپنی جیپ میں وہ ان کے تعاقب میں روانہ ہو گئے ۔ شاید آج وُہ سوچ رہے تھے کہ ایک آدھ مجرم کو پکڑ ہی لیں گے ۔

اُس وقت اتفاق سے وُہ بالکل اکیلے تھے ۔ کوئی ماتحت تک ساتھ نہیں تھا ۔ ماتحت انھوں نے جان بوجھ کر ساتھ نہیں لیے تھے ۔ اور یہ جیپ بھی سرکاری نہیں ان کی اپنی تھی ۔ پولیس کے رنگ کی بھی نہیں تھی ۔ ٹال کے چوک تک انھوں نے نہایت مہارت سے ان کا تعاقب کیا ۔ چوک پر انھوں نے ایک طرف کار سڑک سے نیچے اتار کر روک دی اور اتر کر چاروں طرف کا جائزہ لینے لگے ۔ ایس پی صاحب نے بھی اپنی جیپ ایک جگہ روک لی ۔ اور ان کے نزدیک ہونے کی کوشش کرنے لگے ۔ ان میں سے ایک کی آواز ان کے کانوں میں آئی :

" پہلے تو ہمیں یہ جائزہ لینا چاہیے کہ بم کس جگہ ہو سکتا ہے ۔"

" بھلا ہم یہ اندازہ کس طرح لگا سکتے ہیں ؟"

" اس طرح کہ ہم اندازے لگانے کے ماہر جو ہیں ۔"

" ارے تو پھر لگاؤ اندازہ ۔ روکا کس نے ہے ؟"

" اندازہ لگانے سے تو خیر کوئی کسی کو روک نہیں سکتا ۔"

" تم ہر وقت ادھر اُدھر کی بحث میں اُلجھ جاتے ہو میرا خیال ہے ۔ بم اس گملے میں ہے ۔ گملا سڑک کے کنارے پڑا ہے ۔ پان سگریٹ والی دکان کے عین نیچے ۔ یُوں لگتا ہے ، جیسے گملا کسی نے اُٹھا رکھا تھا ۔ اس نے سگریٹ یا پان لینے کے لیے گملا زمین پر رکھ دیا ۔ پھر پان لیا اور چلتا بنا ۔ اب کسی کو معلوم نہیں کہ وہاں ایک لاوارث گملا رکھا ہے ۔"

" ہو سکتا ہے ۔ گملا پان والے کا ہو ۔"

" وُہ اس طرح سڑک پر کیوں رکھنے لگا ۔" دُوسرے نے جھلا کر کہا ۔

" اس میں لڑنے کی کیا بات ہے ۔ آؤ چل کر اس سے پوچھ لیتے ہیں ۔"

" ہاں ! یہ ٹھیک رہے گا ۔"

تینوں پان والی دکان کی طرف بڑھنے لگے ۔ ایس پی رشید ڈوگر بھی ان کے پیچھے قدم اٹھانے لگا :

" کیوں جناب ۔ یہ گملا آپ کا ہے ؟"

" گ گ ۔ کون سا گملا ؟"

"لیجیے — یہ تو پوچھ رہے ہیں — کون سا گملا — ارے میاں دیکھو — یہ رہا گملا — ارے باپ رے — کہیں اس میں بم نہ ہو — بھاگو یہاں سے۔" پہلے لڑکے نے چلّا کر کہا اور تینوں اس جگہ سے دُور بھاگنے لگے — ایس پی صاحب کو بھی دوڑ لگانا پڑی۔

پھر تو وہاں جتنے لوگ تھے — سب کے سب بھاگے — اور دیکھتے ہی دیکھتے پان والی دکان کے آس پاس کوئی نہیں رہ گیا —

"میں کہتا ہوں — بم سکواڈ کو فون کرو — اس گملے میں ضرور بم ہے۔"

"اچھ — چھا — میں فون کرتا ہوں۔" پہلے لڑکے نے کہا اور اپنی کار کی طرف دوڑ لگا دی — ایس پی رشید ڈوگر اور بھی حیران ہوئے کہ ان کی کار میں تو فون بھی موجود ہے، ادھر انھوں نے بھی اپنے عملے کو وائرلیس پر ہدایات دیں۔ جلد ہی انھوں نے لڑکے کو واپس آتے دیکھا۔

وُہ ان کے عین پیچھے مجمعے میں شامل ہو کر کھڑے ہو گئے — اگر گملے میں واقعی بم تھا تو بم رکھنے والا بھی آس پاس موجود تھا — یہ دیکھنے کے لیے کہ اس کی کارگزاری کیا رنگ لاتی ہے — سب لوگ گملے پر نظریں جمائے

کھڑے تھے — جب پندرہ منٹ تک کچھ نہ ہوا تو لوگوں میں کھسر پھسر شروع ہو گئی —

"کسی نے شرارت کی ہے — یہاں کوئی بم نہیں ہے — چلو۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی مجمع آگے بڑھنے لگا:

"نن — نہیں — نہیں — آگے مت جائیں — خطرہ ہے — پہلے بم سکواڈ کو آ لینے دیں — اگر ان کا اطمینان ہو جائے تو پھر آپ لوگ آگے جا سکیں گے۔"

ایک لمحے کے لیے لوگ رک گئے اور پھر آگے بڑھنے لگے:

"خدا کے لیے آگے نہ جائیں۔" لڑکا چلّایا۔

"کچھ نہیں ہے — تم ایسے ہی ڈرا رہے ہو۔" ایک نے بھنّا کر کہا۔

ایس پی رشید ڈوگر ان تینوں کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے — شاید وُہ سوچ رہے تھے کہ آخر یہ چیز کیا ہیں — ابھی لوگ گملے کے نزدیک نہیں پہنچے تھے کہ بم سکواڈ کے عملے کی گاڑی سائرن بجاتی وہاں پہنچ گئی — پہلے لڑکے نے چلّا کر کہا:

"رک جائیے — بم سکواڈ آ گیا ہے — پہلے انھیں چیک کر لینے دیجیے۔"

لوگ رک گئے — شاید انھوں نے خیال کیا تھا کہ اب

رکنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ عملہ گاڑی سے اُترتے ہی
آگے کو لپکا:
"کہاں ہے بم۔ کہاں ہے؟" ان میں سے ایک نے چلّا
کر پوچھا۔
"اس گملے میں۔"
اُسی وقت پولیس کی گاڑیوں کے سائرن بھی سنائی دینے
لگے۔ کسی نے کہا:
"بھئی واہ۔ پولیس بھی آ گئی۔ آج تو بہت تیزی سے
کام دکھا رہی ہے انتظامیہ۔"
بم سکواڈ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ آلات اور
حفاظتی انتظامات کے ساتھ عملہ گملے تک پہنچ گیا۔ آلات کے
ذریعے گملے کو چیک کیا گیا۔ اور پھر وہ بھنّا کر سیدھے ہو
گئے۔ ان کے انچارج نے چلّا کر کہا:
"بم کی اطلاع کس نے دی تھی؟"
"ان تینوں نے۔" لوگ چلّائے۔
"کیوں۔ تم سے کس نے کہا تھا کہ یہاں بم ہے؟"
"تت۔ تو۔ تو کیا اس گملے میں بم نہیں ہے؟"
"نہیں۔ بالکل نہیں۔ تم کہیں خیالی پلاؤ تو نہیں پکاتے
رہتے۔" انچارج نے جھلّا کر کہا۔

"آپ نے گملے کو اچھی طرح چیک نہیں کیا ہوگا۔ میں
کہتا ہوں۔ گملے کو اُلٹ دیجیے۔" پہلے لڑکے نے بلند آواز
میں کہا۔
"بم مٹی کے بہت نیچے دبا ہوا ہو، تب بھی آلات
بتا دیتے ہیں۔"
"ہو سکتا ہے۔ آپ کے آلات میں کوئی خرابی ہوگئی ہو۔"
"لیجیے۔ ہمارے آلات میں کوئی خرابی بتا رہے ہیں۔
اور خرابی ہے، ان کے دماغوں میں۔" انچارج نے تلملا کر کہا۔
"اگر آپ گملے کو نہیں اُلٹیں گے۔ تو ہم یہ کام کریں گے۔"
"ضرور کیوں نہیں۔ ہمیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"
انچارج نے یہ کہ کر اپنی گھڑی پر نظر ڈالی اور گاڑی کی طرف
بڑھ گیا۔ اس کے ماتحت بھی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ پولیس
والے اُن کی گاڑی کے گرد جمع ہو گئے۔
"کیا بات ہے۔ کیا اطلاع غلط نکلی؟" پولیس انسپکٹر نے پوچھا۔
"ہاں! بالکل غلط۔ بموں کی اطلاعات تو بچانوے فی صد
غلط ہی ثابت ہوتی ہیں۔ ہم تو بھاگ بھاگ کر مر جاتے ہیں۔"
"آپ ٹھیک کہتے ہیں راجا صاحب۔"
"میں نے پہلے بھی کہا ہے۔ آپ مجھے راجا صاحب
نہیں۔ راجا الطاف کہا کریں۔" انچارج نے منہ بنایا، پھر اس

کی نظریں گملے کی طرف بڑھنے والے دو لڑکوں اور ایک لڑکی پر جم گئیں:

"یہ تو مجھے پاگل لگتے ہیں۔"

"یہ — یہ کون ہیں؟" پولیس انسپکٹر نے پوچھا۔

"پتا نہیں — ویسے بم کی اطلاع انھوں نے ہی دی تھی۔"

"آپ نے ان سے پوچھا نہیں — انہیں کس طرح پتا چل گیا تھا۔"

"پوچھ کر وقت ہی برباد کروں گا — اچھا انسپکٹر شانو۔"

"آپ نے بھی میرا نام ہمیشہ کی طرح غلط لیا — میرا نام شانو نہیں — شان خان ہے۔"

"اوہ ہاں — میں تو بھول ہی گیا۔"

"ارے! یہ کیا؟"

اچانک مجمع چلا اُٹھا —

بھاری آواز

راجا الطاف، شان خان اور ایس پی رشید ڈوگر کی نظریں اس جگہ پر جم گئیں جہاں گملا تھا — ان تینوں نے گملے کو الٹ دیا تھا — اس میں خشک مٹی بھری ہوئی تھی۔ گملا الٹتے ہی مٹی بکھر گئی اور اس میں ایک عدد بم نظر آنے لگا:

"بھاگو — کہیں اس کے پھٹنے کا وقت نہ ہو گیا ہو — یہ تو ٹائم بم معلوم ہوتا ہے۔" پہلے لڑکے نے حلق پھاڑ کر کہا۔

اور پھر وُہ اس تیزی سے بھاگے کہ لوگ حیرت زدہ رہ گئے — باقی لوگ بھی اس جگہ سے دُور بھاگنے لگے — تینوں بھاگتے بھاگتے بم سکواڈ کے انچارج کے پاس رک گئے:

"آپ تو کہہ رہے تھے — گملے میں بم نہیں ہے — اب یہ کیا نظر آ رہا ہے آپ کو؟"

"اس بات پر حیرت مجھے بھی ہے — یا تو یہ نقلی بم ہے — یا پھر میرے آلات آج خراب ہیں — ہم آلات کے ذریعے

چیک کرتے ہیں ۔ جناب۔" اس نے بھنّا کر کہا۔

"آپ اپنے آلات کو پہلے چیک کر لیں۔"

"پہلے ہم اس بم کو ناکارہ بنائیں گے ۔ آلات تو بعد میں بھی چیک ہوتے رہیں گے۔" انچارج نے تلملا کر کہا۔

"چلیے یُونہی سہی۔"

بم سکواڈ پھر سے بم کی طرف بڑھنے لگا ۔ نزدیک پہنچ کر پہلے تو انھوں نے بم کا احتیاط سے جائزہ لیا اور پھر بم اٹھا لیا گیا ۔ اس میں پن لگا دی گئی ۔

"اُف مالک ۔ اگر یہ بم پھٹ جاتا تو ..." انچارج نے کانپ کر کہا۔

"تو ۔ کیا ہوتا؟" انسپکٹر شان خان نے گھبرا کر پوچھا۔

"یہ پُورا علاقہ تباہ ہو جاتا ۔ یہ اس قصبے میں پھٹنے والے تمام بموں سے بڑا بم ہے۔"

"اُف ۔ آخر یہ ہمارے قصبے میں ہو کیا رہا ہے؟ کسی کی نظر لگ گئی ہے۔"

"اوہو ۔ آخر ان تینوں کو کس طرح پتا چل گیا تھا کہ اس گملے میں بم ہے ۔ مسٹر شانو ۔ نن ۔ نہیں ۔ مسٹر شان خان ۔ میرا تو مشورہ ہے ، ان تینوں کو حراست میں لے کر تفتیش کی جائے۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"ضرور کیوں نہیں ۔ آپ ہمیں گرفتار کر لیں ۔ ہمارا جرم صرف یہ ہے نا کہ ہم نے بم کی اطلاع دی تھی۔"

"سوال یہ ہے کہ آپ تینوں کو معلوم کس طرح ہو گیا کہ آج بم یہاں پھٹے گا اور بم گملے میں ہے ۔ آپ نجومی تو ہوں گے نہیں۔"

"جی نہیں ۔ اللہ نہ کرے کہ ہم نجومی ہوں۔" ایک نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"کک ۔ کیوں ۔ وہ بھی کیا بُرا کام کرتے ہیں۔"

"لوگوں کو مستقبل کا حال بتاتے ہیں ۔ جب کہ انھیں خود اپنے مستقبل کا حال معلوم نہیں ہوتا ۔ دوسرے یہ کہ مستقبل کے بارے میں صرف اللہ کو معلوم ہے۔"

"تب پھر آخر ۔ آپ کو بم کے بارے میں کس طرح معلوم ہو گیا تھا؟"

"ہم نے خوب غور و فکر کرنے کے بعد یہ اندازہ لگایا تھا کہ آج بم ٹال کے چوک میں پھٹے گا ۔ اس اندازے کے بعد ہم یہاں آ گئے ۔ یہاں ہمیں یہ لاوارث گملا نظر آیا ۔ بم ہمیشہ لاوارث چیزوں میں ملتے ہیں ۔ اتنا تو آپ کو معلوم ہو گا۔"

"ہاں ! معلوم ہے ۔ سوال یہ ہے کہ تمھیں کس طرح معلوم ہوا تھا کہ بم آج یہاں پھٹے گا؟"

"اس قصبے میں روزانہ بلاناغہ کہیں نہ کہیں دھماکا ہو رہا ہے ۔ کبھی ایک طرف کبھی دوسری طرف ۔ کبھی تیسری طرف ۔ کبھی چوتھی طرف ۔ کبھی پھر پہلی طرف ۔ ہم نے جب حساب لگایا تو ٹال کے چوک میں اب تک کوئی واردات نہیں ہوئی تھی ۔ لہٰذا ہم ادھر آ گئے ۔ کیا یہ جرم ہے ۔ لوگوں کو بم کے دھماکے سے بچا لینا بُرا کام ہے؟"

"نہیں ۔ لیکن آج تک اس قدر درست اندازہ اور کسی نے نہیں لگایا ۔ ہم تم تینوں پر شک ہے ۔ لہٰذا تمھیں ہمارے ساتھ تھانے جانا ہوگا۔"

"چلیے جناب ۔ تھانے چلے چلتے ہیں۔" بڑے لڑکے نے کندھے اچکائے ۔

"لیکن ایک بات سُن لیں۔" دُوسرے نے کہا۔

"کیا بات؟" انسپکٹر نے بُرا سا منہ بنایا۔

"باز ہم پھر بھی نہیں آئیں گے۔"

"کس کام سے؟"

"بموں کی وارداتیں روکنے سے ۔ اور اب ان شاء اللہ

شہر میں بم کی کوئی واردات نہیں ہو گی۔"

"تم ضرور پاگل ہو ۔ آخر تم ہونے والی وارداتوں کو کس طرح روک سکتے ہو؟"

"یہ ہمارا کام ہے۔" اس نے جھلا کر کہا اور پھر اپنے ساتھیوں سے بولا:

"آؤ بھئی چلیں۔"

"جا تو خیر تم نہیں سکتے ۔ تمھیں ہمارے ساتھ تھانے تک جانا ہو گا ۔ وہاں تم لوگوں کا بیان لیا جائے گا۔ پتے وغیرہ لکھے جائیں گے ۔ اور ہاں ۔ تم اس قصبے کے تو لگتے نہیں۔"

"تو اس میں ہمارا کیا قصور؟" بڑے لڑکے نے کہا۔

"تھانے چل کر یہ بتا سکیں گے ۔ لے چلو انھیں۔"

"ضرور لے چلیں ۔ لیکن تھانہ ہمیں اپنے اندر نہیں رکھ سکے گا۔" درمیانی لڑکے نے شوخ آواز میں کہا۔

"لے چلو بھئی انھیں ۔ ان کی باتیں سُن سُن کر تو میں تنگ آ گیا ہوں۔" انسپکٹر شان خان نے منہ بنایا۔

انھیں جیپ میں بٹھایا جانے لگا ۔ تو لڑکی نے چونک کر کہا:

"ارے مم ۔ مگر ۔ ہم اپنی کار یہاں کیوں چھوڑ جائیں؟"

"کار — تم لوگوں کے پاس کار ہے؟"

"جی ہاں! بالکل ہے — ہم اپنی کار میں جائیں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے — کار کون چلائے گا؟"

"میں۔" ایک نے کہا۔

"تم ڈرائیونگ لائسنس کے بغیر کار کس طرح چلا سکتے ہو؟"

"یہ ہمارا کام ہے — آپ ہمارا چالان کر سکتے ہیں — اور بس۔"

"جی نہیں — ہم آپ کی گاڑی بند کر سکتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے جناب — آپ گاڑی بند کر دیں۔"

"تم اپنی کار میں تھانے تک چلو گے — آگے پیچھے دو پولیس کی گاڑیاں ہوں گی۔"

"جی بہتر!"

انھیں تھانے اسی طرح لایا گیا اور پھر کچھ بات کیے بغیر حوالات میں بند کر دیا گیا:

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" ایک نے چلا کر کہا۔

"وہی — جو کرنا چاہیے — اب ہم تم سے اگلوائیں گے کہ بموں کے دھماکے کرانے والوں سے تمھارا کیا تعلق ہے؟"

"اگر ہمارا تعلق ان سے ہوتا تو یہ بم ہم کیوں پکڑواتے۔"

"اس میں ضرور کوئی چال ہے۔"

"اگر اس میں کوئی چال ہے تو آپ چال کا سراغ لگائیں

اور ہمیں عدالت سے سزا دلوا دیں — ہم کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔"

"ہم یہ کام ضرور کریں گے۔"

"تو پھر جرم ثابت کرنے تک تو ہمیں حوالات میں نہ رکھیں۔"

"افسوس! رہنا تو آپ تینوں کو حوالات میں پڑے گا۔"

اسی وقت قدموں کی آواز ابھری — انھوں نے سر اٹھائے تو ایڑیاں بجنے لگیں:

"ارے باپ رے — ایس پی صاحب آ گئے۔" کسی نے دبی آواز میں کہا۔

ایس پی رشید ڈوگر سیدھے حوالات کی سلاخوں پر آ کر رکے:

"انھیں کس جرم میں بند کیا ہے؟"

"جی سر — آپ نہیں جانتے — یہ ٹال کا چوک ..."

"میں جانتا ہوں — انھوں نے اطلاع دی تھی کہ وہاں بم رکھا گیا ہے — بم ایک گملے میں تھا اور ان کی اطلاع بالکل درست ثابت ہوئی تھی — اس طرح بے شمار لوگوں کی جانیں بچ گئیں — تو کیا یہ انھوں نے جرم کیا؟"

"نہیں سر — لیکن یہ تو اطمینان کرنا ہوگا کہ انھیں اطلاع کس طرح ملی۔"

"یہ اطمینان کرنے کے لیے انھیں حوالات میں بند کرنا ضروری نہیں — ان کا پتا نوٹ کر لیں — کوئی ضرورت ہو تو وہاں جا کر ان سے پوچھ گچھ کریں۔"

"او کے سر — کھول دو بھئی۔" انسپکٹر شان خان نے فوراً کہا۔

حوالات کا دروازہ کھول دیا گیا — تینوں باہر نکل آئے:

"شکریہ سر۔" ایک نے کہا۔

"آپ تینوں اس قصبے میں نئے ہیں — ٹھیک ہے نا؟"

"جی بالکل۔"

"آپ کے نام کیا ہیں اور کہاں ٹھہرے ہیں؟"

"آفتاب، آصف اور فرحت — ہوٹل جان کمرہ نمبر ۱۲۹۔"

"شکریہ! آپ لوگ جا سکتے ہیں۔"

تینوں اپنی کار میں بیٹھ گئے —

"آپ ایس پی رشید ڈوگر ہیں؟" آصف نے پوچھا۔

"ہاں — کیوں؟"

"آپ کا نام سُن رکھا ہے ہم نے — آپ کا شکریہ آپ نے ہمیں حوالات سے تو نجات دلوائی۔"

"لیکن اگر آپ لوگوں کا تعلق دھماکے کروانے والوں سے ہوا تو ہم آپ کو پھر بند کر دیں گے۔" انسپکٹر شان

خان نے کہا۔

"اس صورت میں تو ہم خود خود کو بند کر دیں گے۔" آفتاب نے ہنس کر کہا۔

"خود خود کو بند کر دیں گے — یہ کیا بات ہوئی؟"

"پتا نہیں — بات کیا ہوئی — چلو بھئی۔"

اور ان کی کار تھانے سے باہر نکل گئی۔

"یہ سب کیا تھا — آخر ان لوگوں کو بند کرنے کی کیا ضرورت تھی — اگر ان پر شک تھا تو ان کی نگرانی کرائی جا سکتی تھی۔"

"یس سر — یس سر۔" انسپکٹر شان خان نے گھبرا کر کہا۔

"آیندہ ایسی غیر ذمے دارانہ حرکت ہرگز نہ کرنا — سمجھ گئے تم؟"

"ہاں! سمجھ گیا سر۔"

ایس پی رشید ڈوگر بُرے بُرے منہ بناتے تھانے سے نکل آئے اور اپنے دفتر کی طرف روانہ ہو گئے — اچانک انھوں نے محسوس کیا — ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے — ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے — رفتار کم کی تو تعاقب کرنے والی گاڑی کی رفتار بھی کم ہو گئی، لیکن پھر انھوں نے کار کو پہچان لیا:

"اوہو — یہ تو وہی تینوں ہیں — گویا یہ ابھی گئے نہیں تھے — میرے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے تھے — آخر انھیں میرا تعاقب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

اس سوال کا جواب ان کا ذہن نہ دے سکا — اور پھر انھوں نے ایک موڑ مڑنے کے فوراً بعد گاڑی روک لی — جونہی ان کی کار سامنے آئی — انھوں نے اُتر کر ہاتھ کا اشارہ دے دیا — آفتاب نے کار ان کے نزدیک روک لی:

"ایس پی صاحب" — آپ — کیا آپ کی جیپ خراب ہو گئی ہے؟"

"میری نہیں — آپ لوگوں کی کار میں کوئی خرابی ہو گئی ہے جو صرف میرے پیچھے آ رہی ہے — کہیں اور نہیں جا رہی۔" ایس پی صاحب بولے۔

"اوہو اچھا — تو یہ بات ہے — مان گئے آپ کو۔" آفتاب نے شوخ آواز میں کہا۔

"کس سلسلے میں؟" وہ بولے۔

"یہ کہ آپ نے جان لیا، ہم آپ کا تعاقب کر رہے ہیں۔" آفتاب بولا۔

"اور میں کیوں نہ جان لیتا — ایس پی ایسے ہی تو نہیں بن گیا۔"

"واقعی — یہ تو ہے۔" آصف مسکرایا۔

"میرے سوال کا جواب دیں — تعاقب کیوں کر رہے تھے؟"

"بس ایسے ہی — تعاقب کرنا ہمارا شوق ہے۔"

"شوق — یہ کیسا شوق ہوا؟" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بس ہے شوق — آپ کسی کے شوق پر اعتراض نہیں کر سکتے۔"

"لیکن میں تم لوگوں کو بند ضرور کر سکتا ہوں۔"

"آپ ضرور ایسا کر کے دیکھ لیں — ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"آپ لوگوں کے بارے میں بھی کچھ سوچنا پڑے گا۔ شاید بموں کے دھماکوں کی یہ وارداتیں آپ لوگ کر رہے ہیں۔"

"یہ بات ثابت کر دیجیے اور ہمیں پھانسی دلوا دیجیے۔"

"میں سوچوں گا — اس وقت چھوڑ رہا ہوں — سنا۔" یہ کہہ کر وہ اپنی جیپ میں بیٹھ گئے — فوراً ہی انھوں نے جان لیا کہ انھوں نے تعاقب کرنے کا سلسلہ ختم نہیں کیا تھا — ان کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی — ایک بار پھر انھوں نے تلملا کر کار روک لی — فوراً ہی ان کی کار نزدیک سے گزرنے لگی تو وہ چلائے:

"ٹھہرو!"

آفتاب نے فوراً کار روک لی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"آپ کا اشارہ کون سی بدتمیزی کی طرف ہے؟"

"میں نے کہا تھا۔ اب میرا تعاقب نہ کرنا۔ لیکن تم باز نہیں آئے۔"

"بالکل غلط جناب! یہ بدتمیزی نہیں۔ تیمزی ہے۔"

"کیا کہا؟"

"ہاں! یہ تیمزی ہے۔ تعاقب تو ہم پہلے کر رہے تھے۔ اب تو صرف اپنا راستا طے کر رہے ہیں۔"

"تت ۔ تم کون سے ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہو بھلا؟" انھوں نے جھنّا کر کہا۔

"ہوٹل جان میں۔"

"اور ہوٹل جان کو راستا اس طرف سے نہیں جاتا۔"

"جانتے ہیں۔ کیا اس شہر میں گھومنے پھرنے پر بھی پابندی ہے؟"

"نہیں۔ لیکن تعاقب کرنا قابلِ اعتراض ہے۔"

"ہم کہ چکے ہیں۔ تعاقب ہم پہلے کر رہے تھے۔ اب صرف اس راستے پر جا رہے ہیں۔ تعاقب تو اسی وقت تک تھا جب تک کہ آپ کو علم نہیں ہوا تھا۔ اب جب کہ آپ کو پتا چل چکا ہے تو پھر اس کو تعاقب کہنا حماقت ہے۔"

"کیا کہا۔ تم مجھے احمق کہہ رہے ہو۔" وہ پھنکارے۔

"جی نہیں۔ یہ آپ کے سمجھنے کی غلطی ہے۔"

"تم بات کو گھما پھرا کر کرنے کے عادی لگتے ہو۔ اب اگر تم میرے پیچھے نظر آئے تو بند کر دوں گا۔"

"ایک تو آپ بات بات پر بند کرنے کی دھمکی دیتے ہیں۔" آفتاب نے بُرا سا منہ بنایا۔

انھوں نے سر کو ایک جھٹکا دیا اور کار آگے بڑھا دی۔

"آؤ بھئی۔ اب واپس ہی چلیں۔ کہیں یہ حضرت ہمیں سچ مچ بند نہ کر دیں۔"

"سوال یہ ہے کہ ہم نے ایس پی صاحب کا تعاقب کیوں کیا ہے؟" فرحت نے منہ بنایا۔

"بھئی ایسے ہی۔ وقت گزارنے کے لیے۔" آفتاب مسکرایا۔

انھوں نے اپنی کار واپس موڑ لی۔ جونہی وہ ہوٹل کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ایک بھاری آواز نے ان کے قدم روک لیے۔

ٹال کا چوک

رات کے ایک بجے شہر کی ایک عمارت کے بڑے کمرے میں اس وقت نو آدمی موجود تھے اور بار بار گھڑیوں کی طرف دیکھ رہے تھے:

"باس کے آنے کا وقت ہو چکا ہے — صرف چند سیکنڈ باقی ہیں۔"

"ہم لوگوں کے چہرے سفید کیوں ہو رہے ہیں — اگر ہمارا یہی حال رہا تو باس ہم سے اور زیادہ سختی سے پیش آئے گا۔"

"آخر یہ ہوا کیسے؟"

"اس بات پر تو اب تک..."

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے — اچانک کمرے کے دروازے پر ایک زور دار ٹھوکر ماری گئی — دروازہ زور دار آواز کے ساتھ کھل گیا — اور لمبے قد کا ایک انسان سر سے پیر تک سیاہ لباس پہنے ہوئے اندر

داخل ہوا — اس کا چہرہ بھی بالکل چھپا ہوا تھا — یہاں تک کہ آنکھوں کے آگے بھی جالیاں تھیں اور اس کی آنکھوں کی بناوٹ یا رنگ تک دیکھا نہیں جا سکتا تھا — وہ سب ایک جھٹکے سے کھڑے ہو گئے —

"بیٹھو"! اس نے سرد آواز میں کہا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

ان کے جسموں میں اس کی سرد آواز نے سنسنی دوڑا دی — وہ تھر تھر کانپتے ہوئے بیٹھ گئے:

"ایک ٹائم بم جانتے ہیں — کتنا قیمتی ہوتا ہے؟"

"یس — باس۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"تو آج بم کیوں نہیں پھٹا؟"

"وہ — وہ — باس وہ۔"

"رہنے دو اس وہ وہ کو — میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ بم کیوں نہیں پھٹا — منصوبہ بندی کس کی تھی — بم وہاں کس نے رکھا تھا — اور یہ سب کیسے ہوا — مجھے تفصیلات بتاؤ — تاکہ میں جان سکوں کہ وہ کون ہے، جس کی وجہ سے یہ ناکامی ہوئی ہے — اور قصبہ روبان میں جب سے دھماکے شروع ہوئے ہیں — یہ پہلا دن ہے جو خالی گیا ہے — میں ساری تفصیلات جاننا چاہتا ہوں۔"

"میں عرض کرتا ہوں باس!" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ٹانڈے!" باس نے کہا۔

"سر۔ ساری منصوبہ سازی میری تھی۔ پروگرام یہ تھا کہ بم کو ایک گملے میں چھپایا جائے گا اور گملا لال کا چوک میں کسی پھل فروش کی دکان کے پاس پھلوں کی ٹوکریوں کے درمیان رکھ دیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ یہاں تک تو منصوبہ بُرا نہیں ہے۔" باس نے کہا۔

"ہم نے ایسا کیا۔ لیکن جوہو نے غلطی یہ کی کہ گملا پھلوں کی ٹوکریوں کے درمیان رکھنے کی بجائے۔ دکان کے بالکل آگے رکھ دیا۔ اس طرح ..."

"اس طرح کے بعد کیا ہوا، یہ بعد کی بات ہے، پہلے تو مجھے جوہو یہ بتائے کہ اس نے یہ بھیانک غلطی کیوں کی؟"

"سر! اس وقت اس دکان پر دو لڑکے اور ایک لڑکی پھل خرید رہے تھے۔ انھوں نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ میں ان کی وجہ سے گملا پھلوں کی ٹوکریوں میں یا ان کے درمیان نہ رکھ سکا۔"

"تم ان کے جانے کا انتظار کر سکتے تھے۔ بم پھٹ تو نہیں چلا تھا۔" باس نے تلملا کر کہا۔

"سر! یہ آپ ہی کی ہدایات ہیں۔ کام پلک جھپکتے میں کرو۔"

"یہ سب تمھاری غیر ذمے داری کی وجہ سے ہوا۔ تم اگلی دکان کی طرف بڑھ جاتے۔ اس غیر ذمے داری کی سزا تمھیں ضرور ملے گی۔"

"ن۔ نہیں۔ باس۔ نہیں۔ آپ یہ بھی تو سوچیں۔ میں نے آپ کی کتنی خدمت کی ہے۔"

"اس کا صلہ بھی تمھیں ملے گا۔" باس ہنسا۔

"مرنے کے بعد؟" اس نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"ہاں! مرنے کے بعد۔"

"مرنے کے بعد اگر آپ مجھے انعام دیں گے تو مجھے کیا فائدہ ہو گا؟"

"تمھیں نہیں ہو گا۔ تمھارے بیوی بچوں کو تو ہو گا نا۔ تمام زندگی انھیں پانچ ہزار روپے ماہوار ملتے رہیں گے۔ یہ باس کا وعدہ ہے۔"

"ن۔ نہیں باس۔ نہیں۔ میں ابھی زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

"یہ بات تو ایک بوڑھا ترین آدمی بھی کہتا ہے کہ میں

ابھی زندہ رہنا چاہتا ہوں — اس لیے کہ مرنا تم لوگوں کو اچھا لگتا ہے۔"

"باس! مجھ پر رحم کریں — میرے بچے چھوٹے ہیں۔"

"افسوس! ہمارے ہاں یہ اصول تو ہے ہی نہیں — ہاں! میں ایک کام کر سکتا ہوں۔"

"اور — اور وہ کیا باس؟"

"تمہیں آسان ترین موت دے دیتا ہوں — کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔"

"نن — نہیں — باس نہیں۔"

باس نے سر کا اشارہ کیا — باقی آٹھ آدمیوں نے مل کر اسے پکڑ لیا — اور لے چلے ایک کمرے کی طرف وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا — نہیں نہیں کرتا رہا — یہاں تک کہ اس کی آوازیں آنا بند ہو گئیں — آدھ گھنٹے بعد وہ آٹھ آدمی پھر وہاں موجود تھے — لیکن باس اپنی کرسی پر موجود نہیں تھا —

"ارے! یہ باس صاحب کہاں چلے گئے — اگر پروگرام ختم ہو گیا تھا تو انھوں نے ضرور ہدایات دی ہوتیں۔"

"انھیں کسی کام سے اٹھنا پڑ گیا ہو گا — آ جائیں گے۔"

اسی وقت کمرے کا اندرونی دروازہ کھلا اور باس

اندر داخل ہوا:

"جوہو کا کیا بنا؟"

"شہر کی ساتویں سڑک پر اس کی لاش پڑی ہے — کوئی نہ کوئی گاڑی ضرور اسے کچل دے گا، کیونکہ لاش عین ایک موڑ پر رکھی گئی ہے۔"

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات — تم لوگوں کو اس کی موت کا دکھ تو ہو گا۔"

"دکھ ہونا قدرتی بات ہے باس — جوہو ہمارا پرانا ساتھی تھا۔" ٹانڈے نے بے خوف ہو کر کہا۔

"تمہاری یہ بات مجھے پسند ہے کہ جھوٹ نہیں بولتے اور بات برملا کر دیتے ہو — افسوس مجھے بھی ہے، لیکن اگر ہم لوگ اس قسم کی غلطیاں کرتے رہیں گے تو سب کے سب بے موت مارے جائیں گے — کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ سب کے سب کی بجائے صرف ایک کیوں نہ مارا جائے — صرف وہ جو غلطی کرے — ویسے وہ تینوں میری سمجھ میں نہیں آئے — جن کی وجہ سے ہم نہیں چھٹ سکا۔"

"آپ — آپ کو کیسے معلوم ہو گیا سر؟"

"میں ہر اس جگہ پہلے سے موجود ہوتا ہوں جہاں

بم پھٹنا ہوتا ہے — کل کا پروگرام کہاں کا ہے؟" باس نے پوچھا
"طمال کا چوک کا ہی — اس لیے کہ پولیس والے
یہ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ کل پھر دھماکا وہیں ہو
گا جہاں آج کرنے کی کوشش کی گئی۔"

"بہت خوب ٹانڈے — تم نے میرے منہ کی بات
چھین لی — تم میں عقل کی کمی نہیں — اسی لیے تم مجھے
بہت زیادہ پسند ہو۔"

"شکریہ باس۔"

"اور آج سے میں تمھیں ان کا انچارج مقرر کرتا
ہوں — یہ اب براہِ راست تمھاری ہدایات پر عمل
کیا کریں گے — آج کے بعد یہاں — اس عمارت میں
صرف تم آؤ گے اور کوئی نہیں آئے گا — تم لوگوں
کو یہ سُن کر مایوسی تو نہیں ہوئی؟" باس نے کہا اور
ان سب کی طرف دیکھا۔

"باس! ہم تو آپ کی خوشی میں خوش ہیں — جو آپ
پسند کریں۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"یہ بات تو خیر نہیں ہے — ٹانڈے تم بتاؤ —
بات کیا ہو سکتی ہے۔"

"ہم آپ کی خوشی میں خوش اس لیے ہیں سر کہ آپ

کے احکامات کی خلاف ورزی ہم کر ہی نہیں سکتے —
کرتے ہیں تو فوراً پولیس کے ہتھے چڑھتے ہیں اور وہاں
ہمارے لیے پہلے ہی پھانسی کے پھندے تیار ہیں۔"

"سمجھ دار ہو — جھوٹ سے صاف بچ جانا جانتے ہو —
یہ عقل ان میں نہیں — لہذا انھیں عقل سے کام لینے کا
موقع بھی نہ دو — یہ صرف ہدایات پر عمل کریں۔"

"او کے باس۔"

"کل والا دھماکا خوب مجمعے کے درمیان ہونا چاہیے —
طمال کا چوک بہت معروف جگہ ہے — ہر وقت لوگ
ہوتے ہیں، لیکن صبح گیارہ بجے کے قریب تو بہت
ہی زیادہ لوگ ہوتے ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں سر — کل کی رپورٹ شان دار ہو گی۔"

"بہت خوب!" باس نے کہا اور پھر انھیں جانے کا
اشارہ کیا۔

وُہ آٹھوں اُٹھ کر چلے گئے — باس ان کے قدموں کی
آواز سنتا رہا — پھر اس نے سیٹی بجائی — ایک سیاہ رنگ کا
آدمی کمرے میں داخل ہوا:

"تم نے اندازہ لگا لیا گولی؟"

"یس باس۔" اس نے سر جھکا کر کہا۔

"کیا اندازہ لگایا؟"

"ان کے دلوں میں اب آپ کے لیے نفرت پیدا ہو چکی ہے — ان میں سے کوئی بھی جوہو کو مارنے کے حق میں نہیں تھا۔"

"تم ان کے تعاقب میں گئے تھے؟"

"کیوں نہ جاتا باس۔"

"پھر انھوں نے کیا باتیں کیں؟"

"تمام راستے آپ کو ظالم — اور نہ جانے کیا کیا کہتے رہے۔"

"اور جوہو؟"

"جوہو کو انھوں نے واقعی بہت آرام سے مارا — جوہو نے ان کا شکریہ بھی ادا کیا تھا — اور یہ بھی کہا تھا کہ وہ آٹھوں اس کے بیوی بچوں کا خیال رکھیں۔"

"ہوں — انھوں نے جوہو کو کس طرح مارا؟"

"پہلے کلوروفام سنگھا کر مکمل طور پر بے ہوش کر دیا — اور جوہو کو بتا کر بے ہوش کیا — اس نے بھی کہا کہ ٹھیک ہے — اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہو سکتا ہے — کہ جب تم میرا گلا دبا رہے ہو گے، اس وقت میں مارے خوف کے چیخ اور چلا نہیں رہا ہوں گا اور مجھے کوئی ہوش نہیں ہو گا — گویا میں صرف بے ہوش ہو رہا ہوں —

موت کی تکلیف کا احساس مجھے نہیں ہو سکے گا۔"

"پھر — اسے موت کی تکلیف کا احساس ہوا؟" باس نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں باس — یہ کوئی کس طرح بتا سکتا ہے۔" گولی نے حیران ہو کر کہا۔

"میں بتا سکتا ہوں — موت کی تکلیف پھر بھی ہوتی ہے گولی۔" اس نے سرد آواز منہ سے نکالی۔

"اوہ!" گولی کانپ گیا۔

"تم نے ان کی یہ سب باتیں کس طرح سنیں؟"

"اسی طرح — جس طرح ہمیشہ سنتا ہوں — گاڑی کی پچھلی سیٹ کے نیچے پہلے ہی جا کر لیٹ جاتا ہوں۔" گولی نے کہا۔

"مجھے تم پر فخر ہے — تم ان سے بھی زیادہ چالاک ہو — آج صبح جوہو کی لاش پولیس کو ملے گی — اور شام کو دھماکا ہو گا — پولیس کیا کارروائی لاش کے سلسلے میں کرتی ہے — مجھے اس کی مکمل رپورٹ چاہیے — اور شام کے دھماکے کی بھی۔"

"لیکن باس — دھماکے کی جگہ تو آپ خود موجود ہوں گے۔" گولی نے کہا۔

" ہاں ! موجود ہوں گا — لیکن رپورٹ تم ہی تیار کر کے مجھے دو گے "

" او کے باس — ویسے باس — ایک سوال مجھے پریشان کرتا رہتا ہے "

" کہو — کیا سوال ہے ؟"

" آخر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں — اتنے لوگوں کو بموں کے دھماکوں سے مار کر آپ کو کیا ملتا ہے ؟"

" بتا دوں " اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

" ہاں ! بتا دیں سر — میں بہت بڑی الجھن سے نجات پا لوں گا "

" اچھی بات ہے ، لیکن یہ بات تم کسی سے کہو گے نہیں " باس بولا۔

" نہیں کہوں گا باس — آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں "

" ہاں ! جانتا ہوں — سخت سے سخت پولیس آفیسر تم سے تمہارے جرم کا اعتراف نہیں کرا سکا تھا — تمہاری زبان نہیں کھلوا سکا تھا " باس نے ہنس کر کہا۔

" ل — لیکن باس " اس نے ہکلا کر کہا۔

" لیکن باس کیا ؟"

" لیکن — آپ کو تو اگلوانے کی بھی ضرورت پیش نہیں

آئی تھی — آخر آپ نے ہم جیسوں کے خلاف اس قدر ثبوت کیسے جمع کیے ہیں باس ؟"

" یہ ایک راز ہے — جو میں کسی کو نہیں بتا سکتا — اور نہ یہ بتا سکتا ہوں کہ میں یہ دھماکے کیوں کروا رہا ہوں "

" ابھی تو آپ کہہ رہے تھے — بتا دوں "

" ہاں ! پہلے میں بتانے لگا تھا ، لیکن پھر خیال آیا ، ہو تو تم بھی میرے دشمن ہی "

" یہ — آپ کیا کہہ رہے ہیں " اس نے ڈری ڈری آواز میں کہا۔

" اگر میں وہ تمام ثبوت ضائع کر دوں — جو تمہارے خلاف میرے پاس موجود ہیں — تو کیا اس کے بعد بھی تم میرے لیے اسی طرح کام کرتے رہو گے "

گولی کا سر جھک گیا — اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا —

" جواب دو گولی "

" آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں باس " اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

" شکریہ گولی — تم سچ بولنے پر بھی مجبور ہو —

میرے سامنے تمھارا جھوٹ بھی تو نہیں چل سکتا — بالکل اسی طرح — جس طرح ٹمانڈے کا نہیں چلتا۔ اگرچہ وُہ خیال یہی کرتا ہے کہ میں اسے بہت سچا آدمی سمجھتا ہوں۔" یہ کہہ کر باس ہنسا۔

"کیا میں اب جا سکتا ہوں باس؟" گولی نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"ضرور — شاید تم ڈر گئے ہو — ڈرنے کی ضرورت نہیں — جب تک تم میرے وفادار ہو — میں تمھیں پولیس کے حوالے نہیں کر سکتا — جس دن تم نے اپنی وفاداری تبدیل کر لی — اسی دن تم اندر ہو گے۔" باس نے گولی سے کہا۔

"میں وفاداری کس طرح تبدیل کر سکتا ہوں — کاش آج آپ میری اُلجھن دُور کر دیتے۔"

"کون سی اُلجھن — یہ کہ میں دھماکے کیوں کروا رہا ہوں؟"

"ہاں!"

"افسوس — میں نہیں بتا سکتا — تم جا سکتے ہو۔"

گولی اسی دروازے سے واپس چلا گیا — جس سے کہ آیا تھا — چند لمحے خاموشی کے عالم میں گزر گئے —

پھر باس کے ہونٹ ہلنے لگے:

"تم کیا جانو گولی — میں تم سے بھی زیادہ مجبور ہوں، میرے خلاف تمام ثبوت ایک اور طاقت ور شخص کے پاس موجود ہیں — اور تم لوگوں کے خلاف بھی تمام ثبوت مجھے اسی نے دیے ہیں۔"

ہاں نہیں تو

"کیا کارنامہ انجام دے آئے ہو تم تینوں؟"

انھوں نے چونک کر دیکھا۔ وہ ہوٹل کا مالک سلطان گومی تھا۔

"مسٹر گومی آپ۔ آپ ہمارے کمرے میں کیا کر رہے ہیں اور اندر کس طرح داخل ہوئے؟"

"یہ میرا ہوٹل ہے۔ جس کمرے میں چاہوں۔ داخل ہو سکتا ہوں۔ آج شہر میں تم لوگوں کی بہت شہرت ہے، ہر جگہ تمھارا ذکر ہو رہا ہے۔ اسی لیے میں تم سے ملنے یہاں آ گیا۔ تالا میں نے ماسٹر کی سے کھولا ہے۔"

"لیکن کیا یہ قانون کی خلاف ورزی نہیں ہے؟"

"نہیں! اس لیے کہ آپ لوگوں کے کمرے سے مجھے دھواں نکلتا نظر آیا تھا۔ اندر قالین کو آگ لگ گئی تھی، یہ دیکھیے۔ تھوڑا سا کونہ جل گیا ہے۔"

انھوں نے چونک کر قالین کی طرف دیکھا۔ اس کا کونہ واقعی جلا ہوا نظر آ رہا تھا:

"حیرت ہے۔ بند کمرے میں قالین کو آگ کس طرح لگ گئی؟"

"آپ لوگوں نے ماچس وغیرہ جلائی ہو گی۔ میں کیا کہ سکتا ہوں۔ ویسے سگریٹ تو آپ شاید پیتے نہیں۔"

"سگریٹ سے تو ہم کوسوں دور بھاگتے ہیں جناب۔" آفتاب نے مسکرا کر کہا۔

"اب پھر میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ لگ گئی ہو گی کسی طرح۔ آپ کی کسی غلطی سے۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ آپ کا شکریہ۔" آصف نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہمارے کارنامے کی خبر تو شہر میں پھیلی ہوئی ہے، آپ ہم سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"یہ کہ آپ کون لوگ ہیں؟"

"میرا نام آصف ہے۔ یہ آفتاب اور فرحت ہیں۔"

"یہ تو مجھے پہلے ہی معلوم ہے۔ آپ لوگ کیا دارالحکومت سے آئے ہیں؟"

"ہاں! یہ بات ٹھیک ہے، تو پھر؟"

"آپ لوگ ابھی اور اسی وقت واپس چلے جائیں۔"
"کیا مطلب؟"
"آپ کے لیے ایک نامعلوم شخص کا پیغام یہی ہے۔
اور میرے لیے پیغام یہ ہے کہ میں آپ کو ہوٹل میں
نہ رہنے دوں۔"
"لیکن آپ ہم سے ایک ماہ کا ایڈوانس کرایہ وصول
کر چکے ہیں۔"
"تو پھر۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔ ہم آپ کو آپ کی
بقیہ رقم واپس دے دیں گے۔"
"ہم نہیں لیتے رقم۔ جب تک ہمارا جی چاہے گا۔
ہم ہوٹل میں رہیں گے۔ آپ ہمیں نہیں نکال سکتے۔"
"یہ ٹھیک ہے۔ کہ میں آپ کو نہیں نکال سکتا۔
اس لیے کہ میں نے ایڈوانس کرایہ وصول کیا ہے، لیکن
مشکل ایک اور ہے۔" اس نے پریشان ہو کر کہا۔
"اور وہ کیا؟"
"اس نامعلوم شخص نے فون پر یہ بھی کہا ہے کہ اگر میں
نے آپ لوگوں کو ہوٹل سے رخصت نہ کر دیا تو پورا ہوٹل
بم مار کر تباہ کر دیا جائے گا۔ آپ جانتے ہیں۔
ہوٹل میں دو سو کے قریب آدمی تو ضرور ٹھہرے ہوئے

ہوں گے۔ وہ سب بھی مارے جائیں گے اور یہ سب آپ
کی وجہ سے ہو گا۔"
"نن۔ نہیں۔" تینوں ایک ساتھ بولے۔
"اب آپ کا فیصلہ کیا ہے؟"
"ہماری وجہ سے تو کسی جانور کی جان بھی جاتی نظر آئے
تو ہم اس راستے سے ہٹ جاتے ہیں۔ آپ چلیے، ہم
اپنا سامان سمیٹ کر نیچے آتے ہیں۔"
"بہت بہت شکریہ! آپ لوگ واقعی بہت اچھے
ہیں۔ اب میرا مشورہ بھی ہے، آپ لوگوں کے لیے۔"
"چلیے مشورہ بھی بتا دیں۔" فرحت مسکرائی۔
"مشورہ یہ ہے کہ اب آپ اس قصبے میں ہی نہ ٹھہریں،
وہ نامعلوم شخص بہت خوفناک آدمی ہے، اپنے دشمنوں کا
نام و نشان تک مٹا دیتا ہے۔"
"یہ پیغام اس کی طرف سے ہے یا صرف آپ کا مشورہ؟"
"یہ صرف میرا مشورہ ہے۔ ورنہ اس نے تو مجھے صرف
آپ لوگوں کو ہوٹل سے فارغ کر دینے کا حکم دیا تھا۔"
"اور اس کا نام کیا ہے؟"
"نام۔ بھلا میں نام کس طرح بتا سکتا ہوں۔"
"خیر کوئی بات نہیں۔ آپ نہیں بتا سکتے تو کیا ہوا۔"

"مسٹر گومی — یہی نام ہے نا آپ کا؟"

"ہاں! یہی ہے — تو پھر؟"

"آپ کا باس دراصل ہم سے خوف زدہ ہے — اس لیے وہ نہیں چاہتا کہ ہم اس قصبے میں رہیں، لیکن ہم ان میں سے تو ہیں ہی نہیں جو میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔"

"تم نے کیا کہا — میرا باس — یہ بات درست نہیں — وہ میرا باس نہیں ہے — نہ میں اس کے لیے کام کرتا ہوں، آؤ میں تم لوگوں کو ایک چیز دکھاتا ہوں۔" اس نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا اور پھر انھیں ساتھ لیے واپس اپنے دفتر میں آیا۔ میز کی دراز کھولی اور ایک خط نکال کر ان کے سامنے کر دیا:

"یہ دیکھو — یہ کیا ہے؟"

انھوں نے دیکھا — اس خط پر ایک خنجر بنا تھا — خنجر الفاظ کے درمیان میں کھڑا تھا، گویا اس کی نوک اندر دھنسی ہوئی تھی — اور یہ الفاظ اس پر لکھے ہوئے تھے:

"اگر تم نے تین گھنٹے کے اندر اندر ان تینوں کو نکال باہر نہ کیا تو تمھارے ہوٹل کو بھی بم سے اڑا دیا جائے گا — میری مراد ان تینوں سے ہے، جن کے نام آفتاب، آصف اور فرحت ہیں۔

ہم خود اس کا نام معلوم کر لیں گے اور کام بھی — اور یہ بھی کہ آخر وہ ہمیں اس قصبے میں کیوں نہیں دیکھ سکتا۔"

"تو آپ قصبہ چھوڑ کر نہیں جا رہے ہیں؟"

"نہیں — بالکل نہیں — جب تک ہم دھماکوں کے مجرم کو نہیں پکڑوا دیتے، اس وقت تک اس قصبے سے نہیں جائیں گے — آپ کے ہوٹل میں نہ سہی — کسی اور ہوٹل میں ٹھہر جائیں گے — آپ ہمارے بقایا جات ادا کر دیں۔" آصف نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"اس خوش فہمی میں بھی نہ رہیے گا۔"

"کیا مطلب — آپ کا اشارہ کس خوش فہمی کی طرف ہے، کیونکہ ہم تو بیک وقت بہت سی خوش فہمیوں میں مبتلا رہنے کے عادی ہیں۔"

"یہ خوش فہمی کہ قصبے کا کوئی ہوٹل، کوئی سرائے یا کسی عمارت کا کوئی مالک آپ کو رہنے کی جگہ دے دے گا۔"

"کیا مطلب — کیا نہیں دے گا؟"

"بالکل نہیں۔" اس نے کہا۔

"اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا، پھر انھوں نے خاموشی سے اپنا بقایا جات وصول کیے — رخصت ہوتے وقت انھوں نے ہوٹل کے مینجر کی طرف دیکھا:

آج کا بادشاہ۔"

"آج کا بادشاہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! اب بھی کہہ دو۔ کہ میں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔ اگر میں اس کا کوئی آدمی ہوتا تو کیا وہ مجھے یہ رقعہ بھیجتا؟ ہاں نہیں تو۔" اس نے سر کو ایک زور دار جھٹکا مار کر یہ آخری الفاظ کہے۔ وہ سخت غصّے میں نظر آ رہا تھا۔

"خیر! ہم مان لیتے ہیں۔ آپ اس کے آدمی نہیں ہیں۔ آصف مسکرایا۔

"اور آپ سے معافی بھی مانگتے ہیں۔"

"بس آپ چلے جائیں۔ آپ کا مجھ پر احسان ہو گا۔"

"ہم جا رہے ہیں۔ قصبے سے نہیں، صرف اس ہوٹل سے۔" یہ کہتے ہوئے آصف نے وہ خط جیب میں رکھ لیا۔

"ارے ارے۔ یہ کیا؟"

"یہ خط ہم رکھیں گے۔ ہو سکتا ہے، یہ باس نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہو۔ اس طرح اس کے ہاتھ کی تحریر ہمارے پاس آ گئی ہے۔ اور یہ ایک بہترین ثبوت ہے اس کے خلاف۔"

"لیکن یہ خط میرے نام ہے۔ میرا ہے۔ مجھے بھیجا گیا ہے۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ خط میں نے آپ لوگوں

کے حوالے کر دیا ہے تو وہ اور زیادہ ناراض ہو گا اور نہ جانے میرے خلاف کیا کر بیٹھے۔"

"معاف کیجیے گا جناب۔ خط تو ہم آپ کو نہیں دے سکتے۔" آصف بولا۔

"کیا کہا۔ نہیں دے سکتے۔ اے خبردار۔ تم خط لے کر یہاں سے فرار نہیں ہو سکتے۔ میں تم لوگوں کو گرفتار کروا دوں گا۔"

"ارے میاں جاؤ۔ بڑے آئے گرفتار کرانے والے بلکہ بہت دیکھے ہیں ہم نے گرفتار کرانے والے۔" آفتاب نے بڑے بوڑھوں کے انداز میں کہا۔

وہ ان کی طرف جھپٹا۔ تینوں باہر کی طرف لپکے۔ ساتھ ہی آصف نے ایک اور حرکت کی، لیکن اس کی یہ حرکت کوئی نہ دیکھ سکا۔

پھر جونہی وہ ہال میں سے گزرنے لگے۔ سلطان گومی چلّا اٹھا:

"خبردار۔ یہ باہر نہ نکلنے پائیں۔ پکڑ لو انھیں۔"

"لیجیے۔ ابھی کہہ رہے تھے۔ باہر نکل جاؤ۔ اب کہہ رہے ہیں، باہر نہ نکلنے پائیں۔ میاں صاحب، آپ کی زبان ہے یا کیا۔ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہے۔"

اُسی وقت بیروں کی فوج ان کی طرف جھپٹی اور انھیں
اپنے گھیرے میں لے لیا۔

"خبردار اگر کوئی ہمارے نزدیک آیا۔ یا ہمیں نقصان
پہنچانے کی کوشش کی تو پھر ذمے دار وہ خود ہوگا۔ ہم بلاوجہ
کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھاتے۔" آصف نے بلند آواز میں اعلان کیا۔

"تم اور ہاتھ اُٹھاؤ گے۔" گومی نے یہ کہہ کر قہقہہ لگایا:

"ہاہاہا۔" اس کی آواز پورے ہال میں گونجنے لگی۔

اب سب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

"ہاہاہا۔" آفتاب نے بھی اس کی نقل اُتاری۔

"پکڑ لو انھیں۔ اور اس لڑکے کی جیب سے خط نکال لو۔"

"خط نکالنے کے لیے پکڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہم ویسے
ہی تلاشی دے دیتے ہیں۔" آصف نے فوراً کہا۔

"یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ پاگل تو نہیں ہو گئے۔"

"نہیں۔ ان لوگوں کو پاگل کرنے کا ارادہ ہے بھئی۔"
اس نے خوش ہو کر کہا۔

بیرے ان کے نزدیک آ گئے۔ ایک نے اچھی طرح
آصف کی جیبیں دیکھ ڈالیں، لیکن خط کہیں نہ ملا۔

"سر۔ اس کے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔"

"کیا کہا۔ نہیں ہے۔ لیکن اس نے میرے سامنے

اسے جیب میں رکھا ہے۔"

"میں اچھی طرح دیکھ چکا ہوں۔"

"تو پھر دوسرے کی جیبیں دیکھو۔ نہ ملے تو اس لڑکی
کی تلاشی لو۔"

"اے خبردار۔ مجھے تو یہ ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ اس
لیے کہ میرے لباس میں کوئی جیب نہیں ہے۔" فرحت مسکرائی۔

"خاموش رہو۔ زیادہ بڑھ بڑھ کر باتیں نہ کرو۔"

"تو اور کیا ہٹ ہٹ کر باتیں کریں۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

اب آفتاب کی تلاشی لی گئی، لیکن خط نہ ملا۔ ایک
بیرا فرحت کی طرف بڑھا۔ فرحت نے اسے تیز نظروں
سے گھورا:

"میری طرف آئے تو منہ کی کھاؤ گے۔"

"اور میری طرف آئے تو ہاتھ کی کھاؤ گے۔ ان بھائی کی
طرف گئے تو پیر کی کھاؤ گے۔" آفتاب جلدی جلدی بولا۔

"ایک تو تمھاری زبان نہیں رکتی۔"

"ان حالات میں زبان کو روکنے کی کیا ضرورت پیش
آ گئی۔"

اچانک فرحت کی طرف بڑھنے والا بیرا چیخ مار کر گرا،
فرحت نے نہ جانے کیا حرکت کی تھی۔

"ارے ارے — کیا ہوا تمہیں؟" سلطان گومی بلند آواز میں دھاڑا
لیکن بیرا کچھ نہ بتا سکا کہ اسے کیا ہوا تھا — وہ تو
فرش پر پڑا بُری طرح تڑپ رہا تھا، ایسے میں فرحت
کی آواز گونجی:

"میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میرے نزدیک نہ آنا،
اس میں میرا کیا قصور۔"

گاڑی روکو

"آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے... تم کچھ بولتے کیوں نہیں..." سلطان
گومی نے گرج دار آواز میں کہا۔

"بس... بس... سر... میرے جسم میں آگ سی لگ گئی ہے۔"

"یہ گناہوں کی آگ ہے... جو تمہیں جلا کر راکھ کر دے
گی... آؤ بھئی چلیں۔" فرحت نے کہا۔

"خبردار... یہ جانے نہ پائیں... خط ان کے پاس ہے... اور
ہمیں وہ خط حاصل کرنا ہے... ورنہ وہ نامعلوم شخص ہمارے
ہوٹل کو بم سے اڑا دے گا۔"

"کیا... کیا... نامعلوم شخص..." ہال میں بیٹھے لوگ چلائے۔

"ہاں، وہ نامعلوم اور پُر اسرار شخص... جو آج کل قصبے میں
دھماکے کرنے پر تلا ہوا ہے... اس نے مجھے ایک خط لکھا تھا
یہ کہ میں ان تینوں کو ہوٹل سے باہر نکال دوں... میں نے
غلطی یہ کی کہ وہ خط ان لوگوں کو دکھا دیا... بس وہ خط

انھوں نے جیب میں رکھ لیا... اس شخص کو اگر یہ بات معلوم ہو گئی... تو وہ تو میرے ہوٹل کو بم سے اڑا دے گا۔"

"ارے باپ رے... بھاگو۔" کسی نے کہا۔

اور پھر سب لوگ... جتنے ہال میں بیٹھے کھا پی رہے تھے، اٹھ کر بھاگے...

"ارے ارے... یہ کیا... آپ لوگوں کو ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" سلطان گومی چلایا۔

لیکن اس کی کسی نے نہ سنی... دیکھتے ہی دیکھتے ہوٹل گاہکوں سے خالی ہو گیا... اب ہال میں صرف بیرے رہ گئے... سلطان گومی رہ گیا اور وہ لوگ... سلطان گومی اور بیرے ہکا بکا کھڑے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے... جیسے کہہ رہے ہوں... یہ... یہ سب کیا ہو گیا... اور پھر سلطان گومی چلایا:

"ان لوگوں کو خوب مارو... انھوں نے میرا بہت نقصان کیا ہے... وہ سب گاہک بل ادا کیے بغیر بھاگ گئے ہیں۔"

بیرے ان کی طرف بڑھے...

"شاید تم لوگوں کو اس بیرے کی حالت یاد نہیں... جو ابھی تک تڑپ رہا ہے۔" فرحت مسکرائی۔

"ان کے نزدیک جانے کی ضرورت نہیں... دور رہ کر ان پر وار کرو... جو چیز ہاتھ میں آئے... اٹھا کر ان پر دے مارو۔"

اس نے حکم دیا۔

"ارے باپ رے... یہ بات بہت خوف ناک ہے... ہم تو نیچے سے اوپر تک سالنوں میں رنگ جائیں گے۔" آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

آصف اور فرحت کی ہنسی نکل گئی... بیرے چیزیں اٹھا اٹھا کر ان پر پھینکنے لگے...

"آپ سب غیر قانونی حرکت کر رہے ہیں جناب... آپ کو عدالت میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔" آصف نے چیخ کر کہا۔

"مارو بھئی... مارو... رکو نہیں... اس قدر چیزیں ان پر برساؤ کہ یہ باہر جانے کے قابل نہ رہ سکیں... ایس پی رشید ڈونگرے سے دوستی کس دن کام آئے گی۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

سالنوں کے ڈونگے ان پر برسائے جانے لگے... چمچے اور پلیٹیں بھی آنے لگیں... اور ڈشیں بھی... ان پر یہ تمام چیزیں پھینکنے والے بیرے تقریباً پچیس تھے... اور ان سب سے یہ بہت مشکل ہو رہا تھا کہ خود کو ہر ایک کے وار سے بچا سکیں... پھر بھی وہ پوری طرح اچھل کود مچا رہے تھے... تاہم وہ محفوظ نہیں تھے... کوئی ڈونگا... کوئی چمچہ یا کوئی پلیٹ انھیں لگ ہی رہی تھی... اگرچہ زیادہ تر کو وہ خالی دے رہے تھے...

"یوں کام نہیں چلے گا بھئی... اس طرح تو ہم کھانے کی

چیز بن کر رہ جائیں گے۔" آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"تو پھر کیا کریں۔" آصف بولا۔

"جوابی حملہ۔" آفتاب نے کہا۔

"بہت خوب ! حیرت ہے ... یہ بات میرے ذہن میں آنی چاہیے تھی۔"

"چلو کوئی بات نہیں ... اس وقت تو کام دکھاؤ۔"

اب انھوں نے ناچنے کودنے اور اچھلنے کے ساتھ ساتھ ان کی طرف گرنے والی چیزیں دبوچ دبوچ کر بیروں پر پھینکنا شروع کیں ... اس کا ایک فائدہ ضرور ہوا ... پہلے بیرے بالکل بے فکر ہو کر چیزیں اٹھا اٹھا کر ان پر مار رہے تھے ... اب وہ جونہی کوئی چیز اٹھانے کے لیے جھکتے ... ان پر بھی کوئی چیز آ گرتی ... اس طرح وہ دیکھ بھال کر جھکتے ... اور چیزیں اٹھانے لگے ...

"وہ مارا ... یہ ترکیب اچھی رہی ... اب کافی بچت ہو رہی ہے۔" آصف نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن کیا فائدہ ... آخر کو تو تم ڈھیر ہو ہی جاؤ گے۔" سلطان گومی نے غرا کر کہا۔

"پتا نہیں ... ہم ڈھیر ہوتے ہیں یا بیرے۔"

ایسے میں ایک چمچہ سلطان گومی کے سر پر لگا ...

"ارے باپ رے۔" اس کی چیخ نکل گئی۔

"بس جناب ... ایک چمچہ لگا اور چیخنے لگے ... ہمیں دیکھیں ... اس وقت تک کتنے چمچے ... کتنی پلیٹیں ، کتنے ڈونگے اور کتنے کانٹے کھا چکے ہیں۔" آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔

اچانک ہال میں ایک آواز گونجی :

"خبردار ! یہ کیا ہڑبونگ مچا رکھی ہے ... تم سب لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو ... ورنہ میں فائرنگ کر دوں گا۔"

آواز ایس پی رشید ڈوگر کی تھی ... بیروں کے ہاتھ رک گئے اور پھر اوپر اٹھ گئے ... لیکن ان تینوں نے ہاتھ اوپر نہ اٹھائے۔

"تم نے ہاتھ اوپر نہیں اٹھائے۔" وہ بولے۔

"ہم تو نہیں لڑ رہے جناب ... ہم تو صرف اپنا بچاؤ کر رہے ہیں ... تاہم یہ انوکھی نوعیت کا حملہ سلطان گومی صاحب کے حکم سے ہوا ہے ... لہٰذا آپ ہاتھ ان کے اوپر اٹھوائیں۔"

"میں کہتا ہوں ہاتھ اوپر اٹھا دو ... پہلے تم میرا تعاقب کرتے رہے ... اور اب یہاں ہنگامہ کر دیا۔"

"بالکل سر ... بات یہی ہے ... یہ لوگ حد درجے خطرناک ہیں اتنے کہ ہم بتا نہیں سکتے۔"

"میں ان کی خطرناکی کافی دیر سے دیکھ رہا ہوں۔"

"کیا کہا سر ... آپ ہماری خطرناکی بہت دیر سے دیکھ رہے

ہیں... اور ان بیروں کی۔"

"اگر تم وہ خط مسٹر گومی کو دے دیتے... تو یہ سب نہ ہوتا۔"

"اوہ! تو آپ کافی دیر سے یہاں موجود ہیں۔"

"میں تو اس وقت سے تمھارے پیچھے لگ گیا ہوں... جب سے تم نے میرا تعاقب کرنے کی کوشش کی ہے... جو میرا تعاقب کرے... وہ میرا یا قانون کا دوست نہیں ہو سکتا۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے... ہم آپ کے دشمن نہیں ہیں ہم تو اس دھماکے کرنے والے کے دشمن ہیں۔"

"ان لوگوں کو پکڑنا قانون کا کام ہے... تم کون ہوتے ہو..." ایس پی رشید ڈوگر نے چلا کر کہا۔

"بالکل ٹھیک۔" گومی نے خوش ہو کر کہا۔

"گرفتار کر لو انھیں۔"

فوراً ہی دس کے قریب مسلح کانسٹیبل اندر داخل ہوئے... وہ چاہتے تو انھیں بہت آسانی سے چکمہ دے سکتے تھے... لیکن انھیں یہ اچھا محسوس نہیں ہوا... قانون کے محافظوں سے وہ کبھی نہیں الجھتے تھے...

لہذا ان کے ہاتھ بھی اٹھ گئے... جلد ہی ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نظر آئیں... بیروں کو کچھ بھی نہ کہا گیا تھا...

"یہ ناانصافی ہے سراسر... کیا ان بیروں نے ہم پر حملہ نہیں

کیا تھا سر۔" آصف نے جھلا کر کہا۔

"کیا تھا... لیکن... اگر تم وہ خط مسٹر گومی کو دے دیتے... تو یہ سب کچھ نہ ہوتا... اب وہ خط نکالو۔"

"افسوس! ہم خط تو ہرگز نہیں دیں گے... ایک تو چیز ہاتھ لگی ہے... اس کے خلاف۔"

"ان کی تلاشی لو... بھئی پوری طرح۔"

"شکریہ مسٹر رشید ڈوگر صاحب..." گومی نے خوش ہو کر کہا۔

"شکریہ کیسا... یہ تو میرا فرض ہے بھئی۔" وہ بولے۔

"تو آپ بھی یہی چاہتے ہیں... کہ اس قصبے میں دھماکے ہوتے رہیں... دھماکے کرنے والوں کو کوئی نہ ٹوکے۔"

"یہ کون کم بخت چاہتا ہے۔" ایس پی صاحب نے جھلا کر کہا۔

"ہم از کم ایک بم کو ہم ناکارہ بنوا چکے ہیں... اب پھر کہیں دھماکا ہونے والا ہے... ہم کسی نہ کسی طرح اس دھماکے کو بھی رکوا سکتے ہیں... لیکن ہمیں گرفتار کیا جا رہا ہے... تاکہ ہم کچھ نہ کر سکیں... اور دھماکے ہوتے رہیں۔"

"بکو مت۔" ایس پی رشید ڈوگر نے غرا کر کہا۔

"دیکھیے جناب! آپ ایک بڑے پولیس افسر ہیں... ایسی زبان آپ کو زیب نہیں دیتی۔"

"مجھے کیا زیب دیتا ہے ... اور کیا نہیں... یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں... انھیں پولیس اسٹیشن پہنچا دو بھئی" ایس پی صاحب نے کہا۔

"اور وہ خط..." گوگی بولا۔

"پولیس اسٹیشن لے جا کر اس لڑکی کی تلاشی لی جائے گی، لیڈی کانسٹیبل کے ذریعے ... آپ فکر نہ کریں... آپ کا خط آپ کو مل جائے گا۔"

"بہت بہت شکریہ جناب..." اس نے خوش ہو کر کہا۔

اور انھیں باہر لا کر پولیس کی گاڑی میں بٹھا دیا گیا... ایس پی ہوٹل کے اندر ہی رہ گئے تھے... وہ ان کے ساتھ باہر نہیں آئے تھے...

"یہ کیا ہوا بھئی۔"

"شاید ایس پی صاحب بھی اس پر اسرار آدمی سے ملے ہوتے ہیں... یا پھر اس سے ڈرے ہوئے ہیں۔"

"اس طرح تو اس پورے قصبے میں حرف اور صرف دھماکے ہوتے رہیں گے۔"

"میرا خیال ہے... ہمیں تھوڑا سا غیر قانونی کام کر لینا چاہیے۔" فرحت بولی۔

"کیا مطلب... غیر قانونی کام؟"

"ہاں! یہاں سے فرار... کہیں حوالات میں ہم پھنس نہ جائیں۔"

"تو کیا ہوا... انکل بھی تو یہاں پہنچنے والے ہیں آخر۔"

"پتا نہیں... وہ کب آئیں گے... ہم اپنا کام کیوں روکیں۔"

"اچھی بات ہے... آؤ پھر چلیں" آفتاب نے ہنس کر کہا۔

"آؤ چلیں... تو اس طرح کہہ رہے ہو... جیسے ہم سڑک پر چل رہے ہیں... اور آؤ چلنا ہمارے لیے کوئی مسئلہ سرے سے ہے ہی نہیں۔"

"میرا مطلب ہے... کام شروع کریں۔"

انھوں نے پولیس کی گاڑی کا بغور جائزہ لیا... یہ ایک بڑی گاڑی تھی... پچھلا دروازہ انھیں بٹھانے کے بعد بند کر دیا گیا تھا... اور بند دروازے کے دوسری طرف دو کانسٹیبل تھے، ان کے پاس رائفلیں بھی تھیں...

اچانک آصف چلانے لگا...

"کیا ہے... کیوں چلا رہے ہو" باہر سے ایک نے کہا۔

"گاڑی روکو... جلدی کرو... ورنہ یہ بے چارہ تو گیا کام سے۔"

"ہوا کیا ہے؟"

"دورہ پڑا ہے... دروازہ کھولیں۔"

گاڑی روک لی گئی... تالا کھولا گیا... اور وہ تینوں ان

دونوں پر ٹوٹ پڑے... ایسے نپے تلے ہاتھ رسید کیے کہ انھیں چھٹی کا دودھ یاد آ گیا...

اسی وقت گاڑی کے اگلے حصے سے تین کانسٹیبل ان کی طرف آئے... آصف نے فوراً ہوائی فائر کر دیا... وہ وہیں رک گئے اور پھر اوٹ میں چلے گئے...

تینوں ہوائی فائر کرتے ہوئے باہر آ گئے... اسی وقت ان پر بھی فائرنگ کی گئی... لیکن وہ اس کے لیے پہلے سے تیار تھے، فوراً لڑھک کر گاڑی کے نیچے چلے گئے... اور پھر انجن کی طرف سے باہر نکلے... آصف فوراً ڈرائیونگ سیٹ پر جا چڑھا... ڈرائیونگ سیٹ خالی ملی تھی...

دوسرے ہی لمحے گاڑی ہوا سے باتیں کر رہی تھی... اور پولیس والے اپنی ہی گاڑی پر فائرنگ کر رہے تھے... لیکن انھوں نے ایک فائر بھی ٹائروں پر نہیں کیا... ایسے میں انھیں ایک گاڑی سامنے سے آتی نظر آئی... اور پھر وہ سڑک پر آڑی کھڑی ہو گئی... یہ ایک لمبی کار تھی...

ارے!

"یہ کیا مذاق ہے جی... جلدی سے راستا دیں... ہمارے پیچھے ہم سے بھی زیادہ غصے والے آدمی چلے آ رہے ہیں۔"

"گاڑی سے نیچے اتر آؤ دوستو! تمھارا کھیل ختم۔" کسی نے ہنس کر کہا۔

"آخر! کیا ہو رہا ہے... ہم تو کوئی کھیل نہیں کھیل رہے۔"

"تم لوگ بہت ماہر کھلاڑی ہو... اور جہاں بھی جاتے ہو... کھیل ضرور دکھاتے ہو۔"

"اچھا... کمال ہے... آپ ایسی ہر جگہ ہی موجود ہوتے ہیں۔" آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں... تمھاری اطلاعات پہنچ جاتی ہیں۔" اس نے غرّا کر کہا۔

وہ گاڑی سے نیچے اتر آئے... اتنی دیر میں پولیس والے بھی پہنچ گئے...

"یہ... یہ کیا ہو رہا ہے۔" ایک حوالدار نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"ہم کیا کہہ سکتے ہیں... ہم تو چکی کے دو پاٹوں میں گھرے ہوئے ہیں۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"یہ ہمارا شکار ہے... آپ لوگ اپنی گاڑی لے کر جا سکتے ہیں۔" وہی آواز ابھری۔

"آپ کون ہیں... ہم ایس پی صاحب کو کیا جواب دیں گے۔"

"یہی جواب دینا... جو ہوا ہے... میرا نام رانا چھانگا ہے... کیا سمجھے۔"

"ک... کیا... رانا چھانگا۔" پولیس والے کانپ گئے۔

"یہ رانا چھانگا کیا چیز ہے بھئی... جس سے تم لوگ کانپ رہے ہو۔"

"ہم جا رہے ہیں جناب... ایس پی صاحب کو بتا دیں گے ان لوگوں کو رانا صاحب لے گئے۔"

"ہاں! بالکل بتا دینا۔"

پولیس والے گاڑی لے کر چلے گئے... آفتاب، آصف اور فرحت حیران رہ گئے... کہ پولیس والے اس طرح کیوں چلے گئے...

"اب میری گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

"لیکن کیوں؟"

"میں تمھیں اپنے گھر کی سیر کرانا چاہتا ہوں۔"

"اوہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے... اس وقت تو یوں بھی کوئی ہمیں ٹھہرانے کے لیے تیار نہیں ہو گا۔"

"ہاں! اسی لیے تو آیا ہوں۔" رانا چھانگا ہنسا۔

"آپ ہماری سمجھ میں نہیں آئے۔"

"میں ذرا مشکل ہی سے دوسروں کی سمجھ میں آتا ہوں... چلو بیٹھو۔" اس کے لہجے میں نرمی تھی۔

انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... جیسے کہہ رہے ہوں... اب کیا کریں... کہیں اس کے ساتھ جا کر پھنس نہ جائیں... آخر وہ کار میں بیٹھ گئے... لیکن وہ رانا چھانگا کی شکل صورت اب بھی نہ دیکھ سکے... اس نے اپنا چہرہ پوری طرح چھپا رکھا تھا...

"نہ جانے کیا بات ہے... آپ کے ساتھ کار میں بیٹھتے ہوئے ہمیں ڈر نہیں لگ رہا... جیسے کہ وہ پولیس والے آپ کی آواز سن کر کانپنے لگے تھے۔"

"میں دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا بدترین دشمن ہوں۔"

"تو کیا پولیس والوں کے آپ دشمن ہیں؟"

”ہاں! آج کا نہیں... ایک مدت کا... ایک طرح سے میں اس
شہر کا بڑا ہوں... پولیس کی زبان میں مجھے اس قصبے کا دادا
کہتے ہیں... دادا کا مطلب ہے... بدمعاش... لوٹ کھسوٹ کرنے
والا... ڈاکو، لٹیرا...“ اس نے منہ بنایا۔

”آپ اور ڈاکو... لٹیرے... یہ بات تو خیر ہم ماننے کے لیے
تیار نہیں۔“ آفتاب نے کہا۔

”میں نے یہ نہیں کہا... کہ میں واقعی ایسا ہوں... میں نے
تو پولیس کا خیال ظاہر کیا ہے۔“

”اور واقعی آپ کیا ہیں؟“

”اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے تحاشا محبت کرنے
والا ایک شخص... بس میرا جرم یہی ہے کہ کوئی شخص اگر نبی
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بُرا کہے تو میں برداشت نہیں کر
سکتا... کوئی ان کی آل اولاد کی شان میں کوئی بُرا لفظ کہے...
تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس کی زبان کھینچ لوں... کوئی ان
کے ساتھیوں کو بُرا کہتا ہے... تو یہ بھی مجھ سے برداشت نہیں
ہوتا... بس ایسے کچھ لوگوں کو میں مارپیٹ بیٹھا تھا... اس روز
سے میں پولیس کی نظروں میں مجرم بن گیا... پولیس کا بھی اس
میں کوئی قصور نہیں... قانون کو ہاتھ میں کوئی شخص لے
تو آخر انھیں تو ایسے آدمی کے خلاف قدم اٹھانا ہی پڑتا ہے۔“

لیکن میں نے جیل جانا پسند نہیں کیا... اور مفرور قرار دے دیا گیا
پھر آہستہ آہستہ میری دہشت ان لوگوں کے دلوں پر بیٹھتی
چلی گئی... حالاں کہ میں کچھ بھی نہیں کرتا تھا... صرف ایسے
لوگوں کو ڈرا دھمکا دیتا تھا... جو گستاخیاں کرتے تھے، لیکن
وہ لوگ مجھ سے ڈرنے لگ گئے... انھوں نے پولیس پر دباؤ
ڈالا کہ کسی نہ کسی طرح رانا چھانگا کو گرفتار کیا جائے... پولیس
نے میری گرفتاری کے لیے جگہ جگہ چھاپے مارنے شروع کیے...
چھے ماہ تک وہ مسلسل چھاپے مارتے رہے... لیکن مجھ تک نہ
پہنچ سکے... پھر پولیس نے میرا خیال چھوڑ دیا... اب تو وہ
مجھ سے بہت ڈرنے لگے ہیں۔“ یہاں تک کہہ کر وہ خاموش
ہو گیا۔

”تو یہ تھی آپ کی کہانی۔“ فرحت نے سرد آہ بھری۔

”ہاں! پسند تو آئی نہیں ہو گی؟“

”آپ کے بیوی بچوں کا کیا بنا؟“

”وہ اپنے گھر میں بخیریت ہیں... کبھی کبھی موقع پاکر میں
اُن سے مل آتا ہوں۔“

”انھیں آپ کی اس زندگی پر اعتراض تو ہو گا؟“

”نہیں... اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی آل
اولاد اور ان کے ساتھیوں سے محبت کرنے میں وہ کسی سے

پیچھے نہیں۔"

"بہت خوب! لیکن ہم پھر بھی یہی کہیں گے... انسان کو قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے۔"

"بس وہ تو اتفاق سے ایسا ہو گیا تھا... لیکن میں جانتا تھا کہ مجھے کئی سال کی سزا ہو جائے گی... بس اس وجہ سے میں فرار ہو گیا۔"

"تو پھر کہیں اور جا کر نئے سرے سے زندگی کا آغاز کریں... اس طرح خانہ بدوشی کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔" آصف نے کہا۔

"یہی تو مزے دار زندگی ہے... اگر کہیں دور نکل جاؤں اور امن چین کی زندگی گزارنا شروع کر دوں... تو بھی پولیس والے مجھے جینے نہیں دیں گے... سراغ لگا کر گرفتار کر لیں گے... یہاں رہتا ہوں... تو یہ مجھ سے خوف زدہ ہیں۔"

"حیرت ہے... یہ ہم پہلی بار سن رہے ہیں... آخر پولیس کو کسی سے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت... اس کے پاس طاقت ہے... قانون ہے... ذرائع ہیں... آخر پولیس آپ سے کیوں خوف زدہ ہو گی؟"

"پولیس نے مجھ پر قتل، لوٹ مار، چوری، ہیروئن فروشی کے اور نہ جانے کتنے کیس ڈال رکھے ہیں... اب اگر پولیس مجھے

پکڑ لیتی ہے... تو پھانسی سے کم سزا تو عدالت سے دلوائے گی نہیں... یہ بات پولیس والے بھی جانتے ہیں... اور میں بھی... لہذا ایسا آدمی ان کے نزدیک بہت خطرناک ہو جاتا ہے... کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں... ایسا آدمی تو پہلے ہی مرا ہوا ہوتا ہے... وہ کسی سے نہیں ڈرتا... جو سامنے آتا ہے... اسی کو گولی کا نشانہ بنا دیتا ہے... لہذا جب میں ان لوگوں کو گھیرا ڈالتے ہوئے دیکھوں گا... تو بے تحاشا فائرنگ کر دوں گا... اور اس سے نہ جانے کتنوں کو لے بیٹھوں گا..."

"یہ آپ کا خیال ہے یا ان کا؟"

"پولیس کا... میں ایسا نہیں... میں تو چیونٹی تک مارنا پسند نہیں کرتا... نہ میں نے آج تک کوئی قتل کیا ہے... اور نہ لوٹ مار مچائی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے... آپ کو بلاوجہ اتنے جرموں کا مجرم بنا دیا گیا ہے۔"

"بالکل!" اس نے کہا۔

"اس صورت میں آپ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں... اس سے انصاف مانگیں۔"

"پولیس نے جعلی ثبوت میرے خلاف اس قدر جمع کر رکھے ہیں... کہ عدالت کو فوراً میرے جرائم کا یقین ہو جائے گا۔"

"لیکن ہیں تو وہ جعلی... ایک بہترین وکیل ان کو جعلی ثابت کر سکتا ہے۔"

"آپ نہیں جانتے... آپ ابھی بچے ہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہم بچے ضرور ہیں، لیکن... اتنے بھی نہیں... خیر... آپ کے سلسلے میں مشورہ کریں گے۔"

"کس سے؟"

"بس آپ یہ ہم پر چھوڑ دیں... پہلے یہ بتائیں... آپ اس وقت آ کہاں سے گئے اچانک؟"

"میں بہت دیر سے تم لوگوں کی حرکات اور سکنات دیکھ رہا تھا... پھر مجھے تم پر ترس آ گیا... اور میں نے سوچا، تم لوگوں کو پولیس کے چنگل سے نکال لوں... کہیں یہ تم لوگوں کو بھی مجرم نہ بنا کر رکھ دیں۔"

"ارے نہیں... ایسی کوئی بات نہیں... یہ لوگ ہمیں نہ تو گرفتار کر سکتے ہیں... نہ کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں..."

"یہ بات آپ اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"صرف یہی نہیں... اور بھی بہت سی باتیں ہیں... جو ہم اتنے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ یقین سے کہہ سکتے ہیں۔" آفتاب نے

شوخ آواز میں کہا۔

"پتا نہیں آپ کیا چیز ہیں... ہر بات کو مذاق کی طرف لے جاتے ہیں۔" اس نے آفتاب کو گھورا۔

"ابھی آپ مجھے نہیں جانتے نا... فی الحال آپ ہمیں کسی محفوظ جگہ لے جائیں... وہاں بیٹھ کر ہم مشورہ کریں گے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"او کے... آئیے چلیں۔"

وہ انھیں جنگل میں لے آیا... گھنے درختوں کے درمیان گھرا ایک بہت پرانا لیکن بڑا سا مکان ان کے سامنے تھا،

"یہ جگہ محفوظ ہے۔" اس نے کہا۔

"محفوظ کیسے... اس کو تو بہت آسانی سے گھیرا جا سکتا ہے۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو... آؤ۔"

وہ انھیں اندر لے آیا... مکان پرانے زمانے کا ضرور تھا، لیکن اندر سے اس کے ٹھاٹھ شاہانہ تھے... صاف ستھرا بھی بہت تھا... انھیں ایک کمرے میں بچھے قالین پر بیٹھنے کے لیے کہہ کر رانا چھلانگا چلا گیا...

"اب کیا کیا جائے... کہیں یہ حضرت ہمیں پھنسا نہ دیں۔"

"دیکھا جائے گا... فی الحال پولیس سے تو جان چھوٹی..."

اب کل پھر شہر کو بم کے دھماکے سے بچانا ہے... اس کے لیے ہمیں شہر جانا پڑے گا... صرف ٹیلی فون سے کام نہیں چلے گا۔

"ہوں! وہ خط کہاں ہے؟" فرحت بولی۔

"محفوظ جگہ... کئی بار تلاشی لینے کے بعد بھی پولیس اس خط کو حاصل نہیں کر سکی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"خط نکالو... ہم اس کی تحریر کو بغور دیکھ لیں... تاکہ جہاں کہیں اس قسم کی تحریر نظر آئے... ہم جان لیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

آصف نے اپنے کپڑوں میں سے نہ جانے کہاں سے وہ خط نکال لیا... اسے کھول کر درمیان میں رکھ لیا... اور کئی منٹ تک غور سے دیکھتے رہے... اچانک قدموں کی آواز سنائی دی... وہ چونک کر سیدھے ہو گئے... انھوں نے دیکھا... رانا چھانگا اندر داخل ہوا تھا... اس کے ہاتھوں میں کھانے کی چیزوں کی ٹرے تھی...

"تو یہ ہے وہ خط... کیا میں بھی اس کو دیکھ سکتا ہوں؟"

"دیکھ لیں... ہمارا کیا نقصان ہے دکھانے میں۔" آفتاب مسکرایا۔

"تو پھر... پولیس کو کیوں نہ دکھا دیا؟"

"ہمارا خیال تھا... پولیس کو اگر یہ خط دے دیا... تو ہم

ثبوت کھو بیٹھیں گے... کیوں کہ اصل مجرم پولیس سے یہ خط بہت آسانی سے حاصل کر لے گا۔"

"اور تم سے وہ شخص حاصل نہیں کر سکتا۔" رانا چھانگا نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"نہیں۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

رانا نے بھی اس تحریر کو بغور دیکھا اور پھر خط انھیں لوٹا دیا...

"میرا خیال ہے... کہ تم اس خط کی حفاظت نہیں کر سکو گے، لہٰذا میرے پاس رکھوا دو۔"

"جی نہیں... یہ ہم اپنے پاس ہی رکھیں گے..." آصف نے کہا... رانا سر جھٹک کر رہ گیا... اس نے اس بات کا برا نہیں مانا۔

اور پھر وہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے... دوسری صبح انھوں نے رانا سے اجازت چاہی:

"کیا مطلب... اب تم لوگ پھر شہر جاؤ گے؟"

"وہ تو خیر... جانا ہو گا... آج پھر شہر میں دھماکا کرنے کی کوشش کی جائے گی... اور ہم کوشش کریں گے... دھماکا نہ ہو۔"

"لیکن تم کس طرح روک سکو گے بھلا؟"

"یہ ہمارا کام ہے... اچھا اب ہم چلتے ہیں۔"

"میرا خیال تھا کہ ابھی تم چند روز یہیں چھپے رہتے۔"

"چند روز... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... چند روز میں تو ہو جائیں گے چند دھماکے۔"

"ہوں... خیر... آپ کی مرضی... اب مجھے بھی شہر میں آپ لوگوں کے آس پاس رہنا پڑے گا۔"

"کیوں... آپ ایسا کیوں کریں گے؟"

"تاکہ میری مدد کی ضرورت تم لوگوں کو پڑے تو میں فوراً پہنچ سکوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں... آپ اپنے آپ کو خطرے میں نہ ڈالیں۔"

"وہ میرا کام ہے... آپ فکر نہ کریں۔"

تینوں اس سے رخصت ہو کر دروازے کی طرف بڑھے، ایسے میں آصف کے منہ سے نکلا:

"ارے!"

گر لیا ہے

"اس وقت یہ ارے کہاں سے ٹپک پڑا۔"

"وہ... وہ خط... اب میرے کپڑوں میں نہیں ہے۔"

"خط... کیا مطلب..." آفتاب حیرت زدہ رہ گیا...

"خط کا مطلب خط ہی ہوتا ہے... آج کے بادشاہ خط۔"

"اوہ... لیکن وہ تو تم نے کل اسی جگہ ہمارے سامنے رکھا تھا۔"

"ہاں! لیکن وہ اب وہاں نہیں ہے۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے کپڑوں میں وہ جگہ الٹ کر دکھا دی۔

"حیرت ہے... رات میں یہاں بھلا کون آ سکتا تھا۔" فرحت بڑبڑائی... اور پھر اس کی نظریں رانا چھانگا پر جم گئیں... اچانک اس نے کہا:

"خط آپ کے پاس ہے۔"

"میرے پاس... میرے پاس کیوں ہوتا... کیا میں اس

خط کا بھوکا ہوں... اور پھر میرے وہ کس کام کا؟"

"آپ کے علاوہ اس خط کو اور کون نکال سکتا تھا..؟" آصف بڑبڑایا۔

"اور آپ کے سوا اور کون نکال سکتا تھا۔" آفتاب فوراً بولا۔

"سوال پھر وہی ہے... مجھے ضرورت کیا تھی۔"

"ہم ضرورت کے چکر میں نہیں پڑتے... خط آپ نے نکالا ہے... اور ہمیں آپ سے ایسی امید نہیں تھی۔"

"تم میری تلاشی لے سکتے ہو..." اس نے منہ بنایا۔

"ہم تلاشی ضرور لیں گے... لیکن صرف آپ کی نہیں... آپ کے پورے گھر کی۔"

"یہ گھر میرا تو خیر ہے ہی نہیں... بہرحال آپ تلاشی ضرور لیں۔"

انھوں نے پہلے تو رانا چھانگا کی اچھی طرح تلاشی لی... پھر پورے گھر کی... لیکن خط نہ مل سکا...

"تب پھر کوئی رات کو اندر داخل ہوا ہو گا... اور وہ خط وہ نکال کر لے گیا ہے۔" آصف نے کہا۔

"کیوں رانا صاحب... کیا کسی کے اندر داخل ہونے کا امکان ہے یہاں؟"

"ہاں! اگر کوئی کمند وغیرہ ڈال کر چھت پر پہنچ جائے تو پھر یہ کام مشکل نہیں۔" اس نے کہا۔

"اچھی بات ہے... خط کی گم شدگی کا افسوس ہمیں رہے گا۔"

اور وہ باہر نکل آئے... اپنی کار میں بیٹھے اور وہاں سے روانہ ہو گئے... کچھ فاصلے پر کار روک کر آصف نے ان کی طرف دیکھا:

"کیا خیال ہے؟"

"خط کے بارے میں۔" فرحت بولی۔

"ہاں اور کس کے بارے میں پوچھوں گا بھلا میں؟"

"خط ضرور رانا چھانگا نے اڑایا ہے... کل بھی وہ خط اپنے پاس رکھنے کا خواہش مند نظر آیا تھا۔"

"خیر... ہم رات کے وقت یہاں آئیں گے... اور خط تلاش کریں گے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا... پہلے تو دھماکے سے نبٹ لیں۔"

جونہی وہ شہر میں داخل ہوئے... پولیس نے انھیں گھیر لیا... شاید وہ پہلے ہی جانتے تھے کہ اس راستے سے شہر میں داخل ہوں گے...

"تم لوگوں کو ہمارے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا ہے۔"

"چلیے جناب... آپ بھی اپنے دل کی حسرت پوری کر لیں" آفتاب نے کندھے اچکائے۔

وہ انھیں پولیس اسٹیشن لے آئے... وہاں ایس پی رشید ڈوگر موجود تھے... انھیں دیکھ کر طنزیہ انداز میں مسکرائے

"اب پتا چلا... تم رانا چھانگا کے آدمی ہو۔"

"یہ بات بالکل غلط ہے... کل ہم نے زندگی میں پہلی بار رانا چھانگا کو دیکھا۔"

"لیکن رانا چھانگا کو تم سے اتنی ہمدردی کیوں؟"

"یہ تو آپ اس سے پوچھیں... اس میں ہمارا کیا قصور۔"

"ضرور پوچھیں گے اس سے... اب تو ہم تمھارے ذریعے اس کے مکان تک جا ہی سکتے ہیں۔"

"تو آپ کو اس کا ٹھکانا معلوم نہیں ہے۔" آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"اگر معلوم ہوتا تو اسے گرفتار کر لیا جاتا۔"

"کمال ہے... پھر وہ ہمیں اپنے مکان تک کیوں لے گیا۔ جب کہ یہ خدشہ موجود تھا کہ ہم پولیس کے ہتھے چڑھ جائیں گے... اور پولیس ہم سے اس کے ٹھکانے کے بارے میں معلوم کرے گی۔"

"یہ بات ہماری سمجھ میں بھی نہیں آئی... خیر پہلے تو تم وہ

خط نکالو... سلطان گرمی نے تم لوگوں کے خلاف رپورٹ لکھوائی ہے۔" ایس پی صاحب بولے۔

"ارے باپ رے... ایک خط کی چوری کی رپورٹ۔"

"نہیں... زبردستی خط لے جانے کی... یہ تو چوری سے بھی بڑھ کر جرم ہو گیا۔"

"تلاشی لے لیں... اب وہ خط ہمارے پاس نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم غلط نہیں کہ رہے... ہمیں جھوٹ بولنا آتا ہی نہیں۔"

"تلاشی لو بھئی ان کی۔"

"اچھی طرح تلاشی لی گئی...

"نہیں جناب... خط نہیں ملا۔"

"کیا بکواس ہے... کیوں نہیں ملا خط... میں خود تلاشی لوں گا۔" وہ بولے۔

اب ایس پی صاحب نے خود تلاشی لی... لیکن خط تو انھیں نہیں ملا تھا... انھیں کہاں سے ملتا... وہ منہ بنا کر بولے:

"بتاؤ خط کہاں ہے؟"

"خط رات کے وقت کسی نے نکال لیا تھا... صبح جب ہمیں اس بات کا پتا چلا تو ہم نے رانا چھانگا پر شک کا اظہار کیا... رانا نے تلاشی دے دی... گھر کی تلاشی بھی لی...

لیکن خط نہیں ملا۔"

"تب پھر رانا نے ہی خط کہیں چھپا دیا ہے... لیکن وہ اس کے کسی کام کا نہیں..." ایس پی صاحب نے کہا۔

"کام کا تو وہ سلطان گوگی کا بھی نہیں ہے.... پھر آخر وہ اس خط کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے... کیا صرف اس لیے کہ دھماکوں کا مجرم کہیں اس کے پیچھے نہ پڑ جائے... یا ہم اسی کو مجرم نہ خیال کرنے لگیں۔"

"دونوں ہی باتیں ہو سکتی ہیں... ہمارے لیے مسئلہ ہے رپورٹ کا... اس نے رپورٹ لکھوائی ہے... ہم کیا کریں۔"

"خط تلاش کر کے اسے دے دیں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" آفتاب مسکرایا۔

"تم ہمیں رانا چھانگا کے گھر تک تو لے جا نہیں سکو گے۔" ایس پی رشید ڈوگر بولے۔

"کیوں جناب... لے جا کیوں نہیں سکیں گے۔"

"کیا مطلب... کیا وہ تمھاری آنکھوں پر پٹی وغیرہ باندھ کر نہیں لے گیا تھا؟"

"جی... نہیں تو۔"

"حیرت ہے... خیر یہ تو اور بھی اچھی بات ہے... آؤ چلیں..."

"لیکن جناب... کیا آپ کو آج کے دھماکے کی کوئی فکر نہیں؟" رحت نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا مطلب... فکر کیوں نہیں ہو گی... لیکن میں کیا کر سکتا وں... دھماکا کہاں ہو گا... ویسے سارے قصبے کی پولیس گشت ہے۔"

"ہم آپ کو بتا سکتے ہیں... دھماکا کہاں ہو گا۔"

"آپ... آپ کس طرح بتا سکتے ہیں بھلا... آپ لوگ نجومی یں کیا؟"

"نجومی اگر ایسی باتیں بتانے کے قابل ہوتے... تو ملک میں یک بھی دھماکا نہ ہوتا۔"

"ہاں! واقعی! یہ تو ہے... سوال یہ ہے کہ مجھے تو معلوم نہیں ہیں کس طرح معلوم ہو گیا کہ دھماکا کہاں ہو گا؟"

"اندازے سے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"مطلب یہ کہ ہم اندازے سے بتا سکتے ہیں... دھماکا کہاں ہو گا۔"

"اندازے کی بات تو بالکل غلط بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہاں! ہو سکتی ہے... لیکن ان شاء اللہ ہو گی نہیں۔"

"اچھا بتاؤ... دھماکا کہاں ہو گا؟"

"ابھی نہیں جناب... آپ کو شاید معلوم نہیں..." آصف نے شوخ آواز میں کہا۔
"کیا معلوم نہیں؟" انھوں نے بھنا کر کہا۔
"یہ کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"
"حد ہو گئی... یہ بات اور تمھارے خیال میں مجھے معلوم نہیں ہو گی... میرے کان میں بتا دو۔"
"کان تو دیواروں کے بھی ہو سکتے ہیں جناب۔" آصف نے کہا۔
"تم لوگوں کا دماغ تو نہیں چل گیا۔"
"معاف کیجیے گا... یہ بات تو ہم شام کے وقت ہی بتائیں گے کہ دھماکا کہاں ہو گا... ہم اپنے اندازے کے مطابق پہلے اپنا اطمینان کریں گے... پھر بتائیں گے۔"
"اور اس وقت چاہے دھماکا ہو جائے۔"
"جی نہیں... ان شاء اللہ دھماکا نہیں ہو سکے گا۔"
"خیر... تو پھر چلیں رانا چھانگا کے اڈے کی طرف۔"
"ہاں چلیے... لیکن... ہم نے تو سنا تھا... پولیس والے رانا سے ڈرتے ہیں۔"
"پولیس والے رانا سے کیوں ڈرنے لگے... وہ خود ڈرتا ہو گا پولیس سے۔"

"لیکن جناب! یہ منظر تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"
"کک... کون سا منظر؟" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔
"ہم جب فرار ہوئے تو پولیس ہمارے تعاقب میں تھی... سامنے سے آ گئے مسٹر رانا... انھیں دیکھ کر پولیس بھاگ نکلی۔"
"ایک تو میں ان لوگوں کی بزدلیوں سے تنگ آ گیا ہوں۔" آئی جی صاحب نے بھنا کر کہا۔
پھر وہ ان کے ساتھ جنگل میں اس مکان تک پہنچے... مکان کا دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔
"اس کا مطلب ہے... وہ یہاں سے نکل گیا۔"
"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔"
"اب وہ اس اڈے پر کبھی واپس نہیں آئے گا... لیکن حیرت ہے... اس نے یہ اتنا شان دار اڈہ کیوں کھو دیا؟... اگر تمھاری آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہاں تک لاتا... اور رخصت کرتے وقت یہاں سے پٹی باندھ کر لے جاتا... تو کیا اس کا یہ ٹھکانا بچ نہ جاتا؟"
"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... لیکن اس سوال کا جواب تو وہی دے سکتا ہے۔"
"پھر بھی ہمیں تلاشی تو لینی چاہیے... شاید وہ کوئی ایسی چیز چھوڑ گیا ہو... جو اس کے خلاف کام آ سکے۔"

"ضرور جناب... کیوں نہیں... ویسے تو ہم اس پورے مکان کی تلاشی لے ہی چکے ہیں۔"

"ایک بار پھر سہی۔"

انھوں نے مل کر تلاشی لی... نہ تو مکان کے اندر رانا چھانگا نظر آیا... نہ کوئی ایسی چیز جو اس کے خلاف ثبوت ثابت ہو سکتی... لہٰذا وہ مایوسانہ انداز میں باہر نکل آئے...

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔"

"ہم کیا کر سکتے ہیں جناب۔" آصف نے منہ بنایا۔

"مجھے تو اس سارے چکر میں کوئی چکر نظر آتا ہے۔" رشید ڈوگر بڑبڑائے۔

"چکر کے بغیر تو یہ چکر ہو ہی نہیں سکتا جناب۔" آفتاب بولا۔

آصف اور فرحت مسکرائے بغیر نہ رہ سکے... ایس پی صاحب نے اسے گھورا... پھر بولے:

"اچھا... اب تو ہم جنگل میں ہیں... اب تو بتا دو... آج دھماکا کہاں ہو گا؟"

"چلیے آپ بھی کیا یاد کریں گے... بتا دیتے ہیں۔" آفتاب نے کہا۔

عین اسی وقت اُلو کی آواز جنگل میں گونجی... وہ دھک سے

رہ گئے... ان کے چہروں پر ایک رنگ آ کر گزر گیا...

"کیا ہوا... تم بتاتے بتاتے کیوں رک گئے؟"

"آپ نے اُلو کی آواز سنی؟"

"ہاں کیوں... کیا بات ہے... جنگل میں تو اسی قسم کی آوازیں گونجا ہی کرتی ہیں۔"

"نہیں جناب... جب اُلو کی آواز سنائی دے جائے تو ہم اپنا پروگرام بدل دیا کرتے ہیں... اب تو ہم آپ کو نہیں بتائیں گے کہ دھماکا کہاں ہونے والا ہے۔"

"لیکن اس طرح تو دھماکا ہو جائے گا۔"

"جی نہیں... دھماکا ہونے سے چند منٹ پہلے ہم آپ کو بتا دیں گے۔"

"لیکن چند منٹ پہلے تو بم کو ناکارہ نہیں بنایا جا سکتا۔"

"وہ ہم کر لیں گے... آپ بم سکواڈ ہمارے ساتھ کر دیں۔"

"کیسے کر دوں... میں نہیں جانتا... تم کون ہو... کیا ہو۔"

"ہمارے نام آفتاب، آصف اور فرحت ہیں۔"

"تو پھر... اس سے کیا... ارے... کیا مطلب؟"

"اس سے اگر کچھ نہیں تو پھر یہ ارے کیا مطلب کہاں نکل آیا؟"

"کہیں تم لوگ انسپکٹر کامران کے بچے تو نہیں ہو؟"

"آپ ٹھیک سمجھے۔"

"اُف مالک... میں بھی کہوں... یہ کون لوگ ہیں... اس قدر حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک اس عمر کے بچے میں نے تو دیکھے نہیں۔"

"آپ ہمیں شرمندہ نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے... اب نہیں کریں گے۔" آفتاب نے فوراً کہا۔

"کیا نہیں کریں گے؟"

"شرمندہ... آپ کو۔"

"ہاں ٹھیک ہے... اب میں وہی کروں گا... جو آپ لوگ کہیں گے... چلیے شہر چل کر سکواڈ آپ کے ساتھ کر دیتا ہوں۔" ایس پی رشید ڈوگر نے کہا۔

وہ ان کے ساتھ پولیس اسٹیشن آئے... ایس پی صاحب نے فون کر کے بم سکواڈ کو وہیں بلوا لیا... ان کے آنے پر وہ بولے:

"آپ لوگوں کو اندازہ ہے کہ آج دھماکا کہاں کرنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"جی نہیں سر... اگر یہ اندازہ ہو تو ہم دھماکے ہونے ہی نہ دیں۔"

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

"لیکن ان لوگوں کو کیسے معلوم ہو گیا؟"

"ان لوگوں کو تو ٹال کے چوک کے بارے میں بھی علم ہو گیا تھا۔"

"اس کو ایک اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے۔" آصف نے ہنس کر کہا۔

"پھر... اب ہمارے لیے کیا حکم ہے۔"

"آپ ان لوگوں کے ساتھ رہیں... جہاں یہ لے جائیں... بس وہاں جائیں۔"

"اور اگر دھماکا کسی دوسری طرف ہو گیا تو۔" انچارج نے فوراً کہا۔

"اللہ مالک ہے... کل سے پہلے بھی تو روز دھماکے ہو رہے تھے... کیا آپ ان کو روک سکے؟"

"ن... نہیں۔" اس نے کہا۔

"بس تو پھر... آپ ان کے ساتھ جائیں۔"

"اچھی بات ہے... لیکن ایک بات نوٹ فرما لیں۔" انچارج راجا الطاف کچھ سوچ کر بولے۔

"کہیے... کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"ہمارے پاس وائرلیس سیٹ نہیں ہیں... اگر اچانک ہمیں کہیں بلانے کی ضرورت پیش آ گئی تو کیسے بلایا جا سکے گا؟"

"ہوں! ٹھیک ہے... آپ کو پہلے وائرلیس سیٹ دیے جائیں گے... آپ کے آفس میں دو آدمی بٹھائے جائیں گے... اگر وہاں کوئی پیغام موصول ہو گا... تو وہ فوراً آپ کو پہنچائیں گے۔"

"بہت خوب! اب ہم ان کے ساتھ بخوشی جائیں گے..." انچارج نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن جناب ایک بات اور۔" فرحت نے کچھ سوچ کر کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ... اگر اچانک انھیں کہیں جانا پڑ جائے، تو ان میں سے ایک دو آدمی ہمارے ساتھ بھی رہیں گے۔"

"ہاں ہاں! اس میں تو کوئی حرج نہیں۔" ایس پی رشید ڈوگر بولے۔

"چلیے ٹھیک ہے..." انچارج نے کہا۔

اب وہ ان کے ساتھ دفتر سے باہر آئے۔

"مسٹر راجا الطاف... کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ... قصبے میں اب کوئی دھماکا نہ ہو۔"

"آپ کیسی باتیں پوچھتے ہیں... کون ایسا نہیں چاہے گا۔"

"اس سوال کا جواب کیا مشکل ہے... مجرم ایسا نہیں چاہے گا۔" آفتاب مسکرایا۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے۔" اس نے شرمندہ ہو کر کہا۔

"خیر... معلوم ہوا... آپ ایسا چاہتے ہیں... تو پھر اس کی صرف ایک ترکیب ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"آپ ہمارے ساتھ رہیں... ہمارا ساتھ چھوڑ کر نہ جائیں۔"

"میں پوری کوشش کروں گا۔"

"لیکن میرا خیال ہے... آپ ہمارے ساتھ رہ نہیں سکیں گے۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"یہ بات بہت جلد معلوم ہو جائے گی۔"

"آپ یہ بتائیں... اب جانا کہاں ہے... آپ کی باتیں تو مجھے الجھائے دے رہی ہیں۔"

"پہلے ہم ہوٹل جان چلیں گے... وہاں سے کچھ ضروری چیزیں لیں گے... کچھ وقت وہاں گزاریں گے... اور پھر..."

"اور پھر کیا؟"

"اور پھر وہاں چلیں گے... جہاں آج دھماکہ ہونے کا امکان ہے۔"

"اور وہ جگہ کون سی ہے۔"

"بس... دیکھتے جائیں۔"

"میں نے سنا ہے... آپ کی ملاقات رانا چھانگا سے ہوئی

تھی۔" اس نے کہا۔

"اوہو... تو یہ خبر قصبے میں پھیل چکی ہے؟"

"جنگل کی آگ کی طرح... یہ ان پولیس والوں نے پھیلائی ہے... جو آپ کا پیچھا کر رہے تھے؟"

"اوہ ہاں! ان کو تو ہم بھول ہی گئے۔" آصف بولا۔

ہوٹل میں پہنچ کر انھوں نے راجا الطاف اور اس کے ساتھیوں کو تو ساتھ والے کمرے میں بٹھایا... خود اپنی تیاریوں میں لگ گئے...

"تمھیں... وہ آواز یاد ہے۔" آفتاب نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"ہاں یاد ہے... خاموش رہو... دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"ایک تو میں ان دیواروں کے کانوں سے تنگ آ گیا ہوں۔"

"اب کیا کیا جائے... ہم دیواروں کے کانوں کو ختم تو نہیں کر سکتے... بہرحال آواز مجھے یاد ہے... اس پر کوئی تبصرہ نہ ہی کرو... تو بہتر رہے گا۔" آصف بولا۔

ابھی ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ کسی نے ان کے دروازے پر دستک دی... آصف نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو راجا الطاف کھڑا تھا... اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار تھے:

"جی فرمایئے... خیر تو ہے؟"

"وائرلیس پر پیغام ملا ہے... کسی نے جوہی گڑھ میں بم کی اطلاع دی ہے... یعنی جوہی گڑھ کے لوگوں کو کسی نے اطلاع دی ہے کہ آج وہاں بم پھٹے گا... ان لوگوں نے ہمارے آفس فون کیا ہے... اور وہاں سے ہمیں وائرلیس کیا گیا ہے۔"

"ہوں... آپ فوراً وہاں دو آدمی بھیج دیں۔"

"جی کیا فرمایا... صرف دو آدمی... دو آدمی تو بالکل ناکافی رہیں گے۔" راجا الطاف نے کہا۔

"اچھی بات ہے... تین بھیج دیں۔"

"تین کے ساتھ چوتھا آدمی میں خود جاؤں گا... تو تب کام چلے گا... یہ لوگ تو آگے بڑھنے سے ڈرتے رہتے ہیں... بم تو مجھے ہی تلاش کرنا پڑتا ہے۔"

"ہوں... خیر... آپ چلے جائیں... باقی یہاں کتنے آدمی رہ جائیں گے؟"

"جی چھ آدمی۔"

"اب اگر کسی اور جگہ سے فون آیا... تو ہمیں کیا کرنا ہو گا؟" اس نے کہا۔

"وہاں بھی چار آدمی بھیج دیں۔"

"آپ کا مطلب ہے... ہمارے پاس رہ جائیں گے... صرف

دو... یہ اچھا انصاف ہے۔" آصف نے منہ بنایا۔

"لیکن اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں:" اس نے کندھے اچکائے۔

"خیر... آپ تو جائیں۔" آفتاب بولا۔

وہ اپنے تین ساتھیوں کو لے کر چلا گیا... اور وہ پھر اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے... اچانک پھر دستک دی گئی... آفتاب نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا:

"اب کیا بات ہے۔"

"ایک اور جگہ سے فون آیا ہے جناب..." اسلام پورہ سے۔"

"اچھی بات ہے... آپ میں سے چار وہاں چلے جائیں۔"

"شکریہ جناب..." انھوں نے کہا... اور ان میں سے چار اور چلے گئے...

"یہ کیا ہو رہا ہے... اب ہم ان دو آدمیوں کا کیا کریں گے۔" فرحت نے بھنا کر کہا۔

"ان کا... بہت کچھ کریں گے... تم فکر نہ کرو۔"

"اور اگر کہیں اور سے فون آگیا۔" فرحت نے جھلا کر کہا۔

"ایک وہاں بھیج دیں گے... ایک اپنے ساتھ رکھ لیں گے۔" آصف نے کہا۔

"حد ہو گئی یعنی کہ..." آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاں! وہ تو ہوتی ہی رہتی ہے..."

"اس سے پہلے کہ کوئی اور فون آئے... ہمیں یہاں سے کوچ کر جانا چاہیے..." فرحت نے گھبرا کر کہا۔

"اس سے کیا ہوگا... ہم اطلاعات وائرلیس پر وصول کر رہے ہیں... وہ ہم جہاں بھی ہوں گے... کریں گے..."

"لیکن اصل جگہ پہنچ کر صورتِ حال دیکھ کر ہم ان دو کو بھیجنے سے انکار تو کر سکیں گے۔"

"ہاں! یہ تو خیر ہے۔"

اب انھوں نے افراتفری کے عالم میں اپنی تیاریاں مکمل کیں... اور پھر اس مقام کی طرف روانہ ہو گئے... جہاں ان کے خیال کے مطابق آج بم پھٹنا تھا...

"ارے... یہ تو ٹال کا چوک ہے۔" ان دو میں سے ایک نے چونک کر کہا۔

"تو ہم نے کیا کہا... یہ لوہے کا چوک ہے۔"

"ہاں... لیکن... یہاں تو بم رکھنے کی کوشش کل ہو چکی ہے۔" دوسرا بولا۔

"آپ اس بات کو چھوڑیں... پہلے یہ بتائیں... آپ کو اپنے ملک سے کس حد تک محبت ہے۔"

"بہت زیادہ محبت ہے... آپ نے یہ کیوں پوچھا۔"

"آپ بم تلاش کرنے کے سلسلے میں اپنی جان کی پروا کرتے

ہیں یا نہیں کرتے؟"

"جی وہ... جان کی بھی فکر کرتے ہیں۔"

"لیکن آج... ہمیں جان کی پروا کیے بغیر بم تلاش کرنا ہو گا۔"

"لیکن یہاں بم کہاں؟"

"آج شہر میں اگر کہیں بم رکھا گیا ہے... تو صرف یہاں اور کہیں نہیں۔"

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... وہ بھی اتنے یقین سے؟"

"ہم جو بات بھی کہتے ہیں... قریب قریب اتنے ہی یقین سے کہتے ہیں... کیوں کہ اس سے کم یقین سے ہمیں کہنا آتا ہی نہیں۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"تو کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم یہاں بم تلاش کریں؟"

"ہاں! اور ذرا جلد... کیوں کہ پھر بم پھٹنے کا وقت ہو جائے گا... بم پانچ بجے کے قریب پھٹے گا۔"

"یہ اندازہ آپ نے کس طرح لگا لیا؟"

"ان کے سارے طریقۂ کار کا مطالعہ کرنے کے بعد... بم کسی روز بھی پانچ بجے سے پہلے نہیں پھٹا... عین پانچ بجے یا چند سیکنڈ کے بعد"

"لیکن ہو سکتا ہے... آج پہلے پھٹ جائے۔" ایک نے

گھبرا کر کہا۔

"بھئی کیوں ڈرتے ہیں... موت تو ایک دن آ کر رہے گی... دوسرے یہ کہ آپ کے جسموں پر بم پروف لباس ہے... تیسرے یہ کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔"

"بم پھٹنے کی صورت میں بھلا آپ کیا کریں گے؟"

"ہم... بہت کچھ کریں گے... لیکن اللہ نہ کرے کہ بم پھٹے... جلدی کریں... اور ہاں... وائرلیس سیٹ مجھے دے دیں۔"

"کیوں... آپ کو کیوں دے دیں؟"

"اگر کوئی پیغام آیا... تو ہم بات کر لیں گے... اور آپ کو بتا دیں گے... ایسا نہ ہو... ادھر بم پھٹنے والا ہو، اور آپ وائرلیس پر بات کرنے میں لگے ہوں۔"

"اچھی بات ہے..." ایک نے کہا... اور سیٹ آصف کو دے دیا۔

"ویسے آپ فکر نہ کریں... ہم بھی آپ کے ساتھ بم تلاش کریں گے۔"

"آپ لوگ اور ہمارے ساتھ بم تلاش کریں گے!" ایک نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں! اور ابھی ہم ایس پی رشید ڈوگر صاحب کو بھی فون کر کے یہاں بلا رہے ہیں۔"

"یہ بات آپ ہمیں کیوں سنا رہے ہو؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بس ایسے ہی... کام شروع کریں۔"

اور انھوں نے بم تلاش کرنا شروع کر دیا... ان کے خیال میں یہ وقت ضائع کرنے کے برابر تھا... کیوں کہ یہاں تو بم رکھے جانے کی کوئی اطلاع تھی ہی نہیں... ادھر آصف نے ایس پی صاحب کو دائرلیس کیا...

"سر... آپ بھی آ جائیں۔"

"کہاں آ جاؤں۔" انھوں نے جھنا کر کہا۔

"بس وہیں آ جائیں... جہاں کل آئے تھے۔"

"کل... کیا مطلب... مال کا چوک۔" انھوں نے چونک کر کہا۔

"ہاں! مال کا چوک۔"

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"کیا... کیسے ہو سکتا ہے۔"

"کل یہاں بم رکھا گیا تھا... آج وہ کیوں یہاں رکھے گا؟ یہی خیال کر کے کہ کسی کو یہ خیال تک نہیں آ سکے گا کہ آج پھر یہاں بم رکھا جا سکتا ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"تو آپ آ رہے ہیں۔"

"آ جاتا ہوں... لیکن جانتا ہوں... آپ کا خیال غلط ثابت ہو گا۔"

"ہمارا خیال اگر غلط ثابت ہوا... تو جانتے ہیں کہ کیا ہو گا۔"

"کیا ہو گا؟"

"قصبے میں کہیں اور دھماکا اور ہو جائے گا۔"

"کک... کیوں... سب لوگ آپ کے ساتھ تو نہیں ہیں، میری اطلاعات تو یہ ہیں کہ دو اور جگہوں پر بم رکھا گیا ہے... آپ نے ظاہر ہے کہ وہاں کچھ لوگ بھیج ہی دیے ہوں گے۔"

"جی ہاں... آٹھ بھیج چکے ہیں... اپنے ساتھ صرف دو رکھے ہیں... جب کہ یہاں دس کے دس کی ضرورت تھی۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"تب پھر دوسری جگہوں پر کہاں سے بھیجتے... یہ اتنی بڑی جگہ نہیں ہے... یہاں بم سکواڈ میں صرف دس آدمی ہیں۔" ایس پی صاحب نے کہا۔

"خیر... آپ تشریف لے آئیں... ہم ان سے ہی کام چلا لیں گے۔"

"اگرچہ مجھے ان دو جگہوں میں سے ایک کی طرف جانا چاہیے... جہاں سے اطلاعات ملی ہیں... لیکن پھر بھی... میں

آپ کے اصرار پر ادھر آ رہا ہوں... اور ان دو جگہوں کی طرف اپنے ماتحت بھیج رہا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ!"

پندرہ منٹ بعد ایس پی رشید ڈوگر بھی وہاں پہنچ گئے:

"کچھ ملا اب تک کہ نہیں؟"

"جی نہیں... آپ کا انتظار تھا۔" آفتاب مسکرایا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"مطلب یہ کہ ہم آپ کے انتظار میں تھے... کہ کب آپ آتے ہیں... اور کب ہم کام شروع کرتے ہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی... آپ میرے آنے سے پہلے کام شروع کر سکتے تھے۔"

"جی نہیں... اس صورت میں یہ کہہ دیا جاتا کہ بم ہم نے خود اس جگہ رکھا ہے۔"

"یہ بات تو اب بھی کہی جا سکتی ہے... کیوں کہ آپ لوگ پہلے سے یہاں موجود ہیں... اور میں ابھی آیا ہوں۔"

"لیکن جب سے ہم یہاں آئے ہیں... ہم یہاں سے نہیں ہلے... بے شک آپ اپنے بم سکواڈ کے ان دو آدمیوں سے پوچھ لیں۔"

"کوئی ضرورت نہیں... آپ یہاں کرنا کیا چاہتے ہیں؟"

"بم تلاش کر کے اسے ناکارہ بنانا۔"

"تو کریں تلاش... میں یہاں موجود ہوں۔"

اب انھوں نے اپنا کام شروع کیا... وہ بھی بم پروف لباس میں آئے تھے... اور آلات بھی لے کر آئے تھے... یہ آلات انھیں پروفیسر غوری کی طرف سے ملے تھے... ان کے ذریعے انھوں نے بم کی تلاش شروع کر دی... اب تک لوگ یہ بات سمجھ چکے تھے کہ وہاں بم تلاش کیا جا رہا ہے... لہٰذا لوگ خوف زدہ ہو کر چوک سے دور ہٹنے لگے تھے...

"بم تو یہاں دور دور تک نظر نہیں آ رہا۔"

"بہت سوچ سمجھ کر بم رکھا گیا ہو گا... تاکہ کل کی طرح ناکامی نہ ہو۔"

"میرا خیال ہے... بم سکواڈ کے لوگ... بم صرف اپنے آلات سے تلاش کرتے ہیں... اور ہم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے صرف آلات سے تلاش کر رہے ہیں۔" فرحت نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہمیں آلات کے ساتھ ساتھ عقل کے ذریعے بھی تلاش کرنا چاہیے۔"

"یہ کام تم کر لو... ہم آلات کے ذریعے تلاش کر لیتے

ہیں۔" آفتاب نے فوراً کہا۔

"گویا تم... آلات کے ساتھ عقل استعمال نہیں کر سکتے؟" فرحت نے جھلا کر کہا۔

"اگر تم اتنا ہی مجبور کرتی ہو تو کر لیتے ہیں عقل کا استعمال بھی... ویسے کیا آج تم نے اپنی گھاس عقل چرنے کے لیے چھوڑ دی ہے؟" آفتاب نے ہنس کر کہا۔

"کیا کہا تم نے۔" آصف چونک کر کہا۔

"کیا میں کچھ غلط کہہ گیا؟"

"جی نہیں... بس صرف یہ کہا ہے کہ کیا آج تم نے اپنی گھاس عقل چرنے کے لیے چھوڑ دی ہے؟"

"ارے باپ رے... یہ تو بالکل الٹ پلٹ ہو گیا۔"

"اگر تم اس طرح باتیں کرتے رہے... تو ضرور ہی بم تلاش کر لو گے؟"

"وہ میں نے کر لیا؟"

ایسے میں فرحت نے سرسراتی آواز میں کہا۔

سرگوشی

"کیا کہا... بم تلاش کر لیا تم نے... لیکن ہم تو تمھارے ہاتھوں میں کوئی بم نہیں دیکھ رہے..." دونوں نے فرحت سے ایک ساتھ کہا۔

"میں نے بم ابھی آلات کے ذریعے نہیں... عقل کے ذریعے تلاش کیا ہے... آلات سے تو اب کام لوں گی... اگر میرے ساتھ... اور ان دونوں کو دیکھو... وہ کہاں دیکھ رہے ہیں، دکانوں کے اندر... بھلا کوئی جرائم پیشہ آدمی دکانوں کے اندر بھی بم چھپاتا... بم اس کوڑے کے ڈرم میں ہے۔"

"ن... نہیں۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"نن... نہیں... کہنے سے بم وہاں سے غائب نہیں ہو جائے گا۔" یہ کہہ کر فرحت اس کی طرف لپکی... ساتھ ہی انھوں نے گھڑی کی طرف دیکھا... پانچ بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے... ڈرم کے نزدیک جونہی اس نے آلات رکھے... ان کی

سوئیاں حرکت کرنے لگیں... اور ان کی آنکھیں چمکنے لگیں...

"آصف... ان دونوں کو دوڑ کر ادھر لے آؤ۔"

"صرف میں دوڑ کر جاؤں... یا انھیں بھی دوڑا کر لاؤں؟" آصف نے کہا۔

"جاتے ہو یا..." فرحت نے مکا اس کی طرف لہرایا۔

"اب تو جانا ہی ہوگا۔"

اس نے دوڑ لگا دی اور ان دونوں کو بھی دوڑاتے ہوئے ڈرم تک لایا۔

"اس ڈرم میں بم موجود ہے... آپ کہاں ٹکریں مارتے پھر رہے ہیں۔"

"ن... نہیں!" دونوں چلائے۔

"یقین نہیں تو اپنے آلات لگا کر دیکھ لیں۔"

انھوں نے آلات لگائے اور پھر ان کے چہرے دودھ کی طرح سفید ہو گئے... جلدی سے ڈرم الٹ دیا گیا... کوڑے کے اندر بم موجود تھا...

ایس پی رشید ڈوگر بھی اب تک ان کے قریب آ چکے تھے...

"یہ رہا جناب بم... اس سے پورے چوک کو اڑایا جا سکتا ہے۔"

"اُف مالک... یہ ہمارے قصبے میں آخر ہو کیا رہا ہے... یہ کام ضرور رانا چھانگا کا ہے۔"

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"وہ خط تم سے رانا چھانگا نے ہی اڑایا ہے... اس لیے کہ وہ اس کے خلاف بہت بڑا ثبوت تھا..." انھوں نے جذباتی انداز میں کہا۔

"اوہ... اوہ۔" وہ دھک سے رہ گئے۔

"کیا آپ کے خیال میں رانا چھانگا اس حد تک جا سکتا ہے؟"

"ہاں! کیوں نہیں... اس نے آپ لوگوں کو اپنی مظلومیت کی کہانیاں سنائی ہوں گی۔"

"ہاں! یہ بات تو ہے۔"

"وہ اسی طرح لوگوں میں خود کو مظلوم ظاہر کرتا ہے، لیکن ہے چھپا رستم۔"

"اگر وہ مجرم ہے... تو آپ فکر نہ کریں... ہم اسے گرفتار کرا کے رہیں گے۔"

"آپ گرفتار کرائیں گے اسے... وہ تو فوج کے گھیرے سے کئی بار نکل چکا ہے۔"

"کوئی پروا نہیں... ہم ضرور اسے گرفتار کرائیں گے... یہ

ہمارا آپ سے وعدہ رہا..." آصف نے پُر عزم انداز میں کہا۔
"اور اس سے وہ خط بھی حاصل کرنا ہو گا... تبھی ہم عدالت میں اسے ان واقعات کا ذمے دار ٹھہرا سکیں گے۔"
"ہوں... ٹھیک ہے... ایسا ہی ہو گا۔"
بم کو ناکارہ بنا دیا گیا... آہستہ آہستہ لوگ نزدیک آنے لگے... وہ بم کو پھٹی پھٹی اور خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہے تھے...
"اور اب ان دو جگہوں کی رپورٹ بھی لے لیں... وہاں کوئی بم نہیں پھٹا ہو گا۔"
"میں ابھی وائرلیس پہ بات کرتا ہوں۔"
یہ کہ کر انھوں نے بٹن دبایا اور بات کرنے لگے... اور پھر ان کے ہاتھ لٹک گئے...
"آپ کیا کہتے ہیں... سوا پانچ ہو رہے ہیں... ان دونوں جگہوں پر نہ تو بم ملے اور نہ پھٹے۔" وہ بولے۔
"اسی لیے وہاں آدمی بلائے گئے تھے کہ یہاں نہ آ سکیں۔"
"کیا مطلب؟"
"وہ فون بم رکھنے والوں نے ہی کیے تھے۔"
"اوہ ہاں! ضرور یہی بات ہے۔"

"اب چلیے، میاں کام ختم ہو چکا ہے۔"
"آپ کو میرے ساتھ پولیس اسٹیشن تک چلنا ہو گا۔"
"کیوں... کیا پھر گرفتار کرنے کا پروگرام ہے؟"
"وہ تو میں سلطان گرمی کے چکر میں آ گیا تھا... ورنہ صرف خط کی چوری پہ تو آپ لوگوں کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا... صرف ذرا دھمکا کر خط حاصل کر کے اسے لوٹا دیا جاتا۔"
"کوئی بات نہیں۔" انھوں نے کہا۔
وہ انھیں اپنے دفتر میں لے آئے... اور بولے:
"آپ نے بتایا تھا کہ آپ آفتاب، آصف اور فرحت ہیں۔"
"ارے! تو کیا آپ کو یقین نہیں آیا تھا۔"
"نہیں... اور نہ اب تک آیا ہے... اگر آپ لوگ آفتاب، آصف اور فرحت ہیں... تو پھر انسپکٹر کامران مرزا کہاں ہیں۔"
"ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے... تین دن پہلے ان کا فون گھر آیا تھا... اور فون پر انھوں نے صرف اتنا کہا تھا کہ فوراً قصبہ رویان پہنچو... تمھیں بموں کے دھماکے بند کرنے ہیں... اور بس... اس کے بعد انھوں نے ہم سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا۔"
"حیرت ہے... کیا وہ پہلے بھی تم لوگوں کو اس طرح تنہا

کام کرنے کا موقع دیتے ہیں۔"

"جی ہاں! اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔"

"خیر... میں یقین کر لیتا ہوں... دراصل میں ان سے ملنا چاہتا تھا..." انھوں نے میز پر رکھا پانی کا گلاس منہ سے لگایا اور پانی پینے لگے... غٹ غٹ کر کے پانی پینے کے بعد وہ بولے:

"اب کل کا کیا پروگرام ہے؟"

"ابھی ہمیں نہیں معلوم کہ مجرم بم کہاں رکھوائے گا... لیکن ہم کل کا سورج طلوع ہونے کے بعد یہ بات جان لیں گے۔"

"آخر کیسے جان لیں گے آپ... کچھ مجھے بھی تو معلوم ہو۔" وہ بولے:

"ہم رانا جھانگا کی تلاش میں جائیں گے... وہ ہمیں کچھ نہیں کہے گا... اگر وہ مجرم ہے... تو پھر ہم اس سے بم رکھنے کی جگہ نہیں معلوم کریں گے... بلکہ اسے گرفتار کر کے آپ کے پاس لے آئیں گے..."

"تم تینوں... یہ کام کر سکو گے..." ان کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"اللہ نے چاہا تو..." آفتاب مسکرایا۔

"اچھی بات ہے... آپ لوگ جا سکتے ہیں... اب آپ پوری

طرح آزاد ہیں... آپ نے اس قصبے کے لیے بہت کام کیا ہے، یہاں کے نہ جانے کتنے لوگ آج اور کل کے دھماکوں میں مارے جاتے۔"

"نہیں جناب... آج اور کل تو دھماکا ہونا ہی نہیں تھا تو مارے کیسے جاتے..." آصف نے کہا۔

"بہرحال پورا قصبہ آپ کا شکرگزار ہے... اور جب آپ اس قصبے سے رخصت ہوں گے... تو وہ آپ کا شکریہ ادا کریں گے۔"

"شکریہ تو ہم ان کا ادا کریں گے۔" آصف بولے۔

"آپ... آپ ان کا شکریہ کس سلسلے میں ادا کریں گے۔" وہ بولے۔

"ایک عدد کیس حل کرنے کا موقع دے کر۔" آفتاب نے کہا۔

اور ایس پی رشید ڈوگر مسکرانے لگے... تینوں وہاں سے اٹھ آئے... اور سیدھے جنگل والی عمارت تک پہنچے... اس عمارت کے دروازے اب تک کھلے تھے...

"رانا صاحب... آپ کہاں ہیں... دیکھیے ہم آئے ہیں... ہم جانتے ہیں... آپ اس وقت بھی عمارت میں موجود تھے... جب پولیس یہاں آئی تھی... اور آپ کو تلاش نہیں کر سکے تھے

اور آپ اب بھی یہاں ہیں... ہم غلط تو نہیں کہہ رہے؟" آصف نے بلند آواز میں کہا۔

"تم لوگوں کے ساتھ اور کون ہے؟" اندر سے رانا کی آواز سنائی دی۔

"صرف ہم تین آئے ہیں۔"

"یہ چال رشید ڈوگر کا بھی ہو سکتا ہے..." اس کی آواز سنائی دی۔

"جی نہیں۔"

"تم یہ بات یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو... ہو سکتا ہے... وہ اپنے آدمی لے کر تم لوگوں کے پیچھے یہاں تک آیا ہو۔"

"ارے! تو کیا آپ اس سے ڈرتے ہیں۔"

"یہ بات ڈرنے کی نہیں... احتیاط کی ہے۔" اس کی آواز سنائی دی۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... اچھا خیر... ہم خود پہلے چیک کر لیتے ہیں۔"

وہ مکان سے ہٹ آئے...

"آفتاب! تم اس اونچے درخت پر آسانی سے چڑھ سکتے ہو... چڑھ سکتے ہو نا۔"

"اگر نہیں چڑھ سکتا... تو بھی چڑھنا ہو گا... تم سے یہ اُمید کہاں کہ یہ کام کر ڈالو۔" اس نے جل کر کہا، اور ایک اونچے درخت کی طرف بڑھ گیا۔

چند منٹ میں ہی وہ درخت کے عین اوپر تھا، اور چاروں طرف کا جائزہ لے رہا تھا... اچانک ایک سمت میں اسے ہل چل سی نظر آئی... اس نے نظریں اس طرف جما دیں... اور پھر اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں... وہ جلدی جلدی نیچے اتر آیا۔

"کیا بات ہے؟"

"مکان کو گھیرے میں لینے کی کوشش ہو رہی ہے۔"

"اوہ! تو رانا چھانگا کا خیال درست تھا۔"

"ہاں! ایس پی رشید ڈوگر صاحب نے ہمیں کھلی چھٹی اسی لیے دی تھی... رانا چھانگا نے اس مکان میں کوئی خفیہ جگہ ضرور بنا رکھی ہے... اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اسی وقت گرفتار ہو جاتا۔"

"تو پھر آؤ... پہلے تو اسے صورتِ حال بتاتے ہیں۔"

وہ فوراً مکان میں داخل ہو گئے... لیکن رانا چھانگا انھیں کہیں بھی نظر نہ آیا۔

"مسٹر رانا... آپ کہاں ہیں؟" آصف نے دبی آواز

میں کہا۔

اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا...

"ارے! یہ حضرت تو پہلے ہی غائب ہو گئے۔"

"شاید اس نے خطرہ بھانپ لیا تھا۔"

"دھت تیرے کی..." آصف نے جھلا کر کہا۔

"ہائیں ہائیں... تم فاروق تو نہیں ہو۔" آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"اسی لیے تو ران پر ہاتھ نہیں مارا۔" آصف مسکرایا۔

"حد ہو گئی..." آفتاب نے اسے گھورا۔

"اس میں حد کی کیا بات..."

اچانک بہت سے دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر بلند آواز میں اعلان کیا گیا...

"مسٹر رانا... تمھیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے... اب تم بچ نہیں سکتے... لہذا خود کو قانون کے حوالے کر دو۔"

"مشکل ہے جناب... ڈوگر۔" اندر سے آصف نے بلند آواز میں کہا۔

"کیا مطلب... کیا مشکل ہے۔"

"رانا چھالگا اس طرح آپ کے قابو میں نہیں آئے گا۔"

"میں سمجھا نہیں... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"آپ بے دھڑک اندر آ جائیں... رانا چھالگا اب یہاں نہیں ہے۔"

"اوہ!" دوسری طرف سے رشید ڈوگر کے منہ سے نکلا۔ اور پھر وہ اپنے بہت سے ماتحتوں کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔

"کیا تھوڑی دیر پہلے وہ یہاں نہیں تھا۔" انھوں نے جھلا کر کہا۔

"ضرور تھا... لیکن اب نہیں ہے۔"

"لیکن ہم بہت دیر پہلے مکان کو چاروں طرف سے گھیر چکے تھے... وہ فرار کس طرح ہو سکتا ہے۔"

"یہ تو ہم بھی نہیں جانتے... تھوڑی دیر پہلے اس نے ہم سے کہا تھا کہ ہم لوگوں کا ضرور تعاقب کیا گیا ہو گا... جب ہم نے کہا کہ نہیں... تو اس نے کہا کہ ہم باہر جا کر کسی اونچے درخت پر چڑھ کر چاروں طرف کا جائزہ لیں... ہم باہر نکل آئے... اور جائزہ لیا تو آپ لوگوں کو گھیرا تنگ کرتے دیکھا... اتر کر نیچے آئے تو وہ حضرت غائب تھے۔"

"کیا کہا... غائب تھے... یا تم لوگوں نے اسے غائب

کر دیا۔"

"بھلا ہم کیوں اسے غائب کرتے... ہمیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تمھیں اس سے ہمدردی ہے۔" رشید ڈوگر نے چلا کر کہا۔

"جی نہیں... ہم ملک دشمنوں اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے والوں سے کبھی کوئی ہمدردی نہیں رکھتے۔"

"تب پھر... وہ کہاں ہے۔"

"اگر ہمیں کسی طرح معلوم ہو جائے تو فوراً آپ کو بتا دیں گے۔"

رشید ڈوگر نے کوئی جواب نہ دیا... سوچ میں ڈوبے رہے... آخر بولے:

"ٹھیک ہے... اب آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے۔"

"ہم... شہر جانے کے سوا کیا کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر چلیے... ساتھ ہی چلتے ہیں۔"

"نہیں... آپ جائیں... ہم کچھ دیر بعد جائیں گے..." آصف بولا۔

"میں سمجھ گیا... آپ کیوں نہیں جا رہے۔"

"آپ کیا سمجھ گئے جناب۔"

"جونہی ہم جائیں گے... رانا کسی طرف سے نکل کر آ جائے گا... یہ بات سمجھ میں نہیں آ سکی کہ اسے تم سے کیا دلچسپی ہے۔"

"ہم بھی یہی جاننے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"اچھا خیر... اگر اس سے ملاقات ہو تو آپ لوگ یہ جاننے کی کوشش بھی کریں... کہ وہ چھپ کہاں جاتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔"

رشید ڈوگر اپنے ماتحتوں سمیت وہاں سے رخصت ہو گئے... جب کافی دیر گزر گئی... تو آصف نے قدرے بلند آواز میں کہا:

"مسٹر رانا... رشید ڈوگر اور ان کے ساتھی جا چکے ہیں... اب آپ سامنے آ سکتے ہیں۔"

"وہ ابھی نہیں گئے۔"

کمرے میں سرگوشی گونجی... انھوں نے بوکھلا کر چاروں طرف دیکھا...

بھاگو

رانا چھانگا انھیں کہیں بھی نظر نہ آیا... پھر انھوں نے مکان سے باہر نکل کر دیکھا... رشید ڈوگر صاحب اور ان کے ماتحت بھی چاروں طرف نظر نہیں آئے... وہ منہ بنا کر واپس اندر آئے...

"مسٹر رانا... وہ جا چکے ہیں"

"تم احمق ہو" سرگوشی سنائی دی۔

"کیا کہا... ہم احمق ہیں" آفتاب بھنّا اٹھا۔

"ہاں! تو اور کیا... کیا تم خود کو عقل مند خیال کرتے ہو" سرگوشی سنائی دی۔

"نن... نہیں تو" آصف نے جلدی سے کہا... کیوں کہ وہ جانتا تھا... اگر انھوں نے جواب دیا کہ ہاں... وہ خود کو عقل مند خیال کرتے ہیں... تو وہ کہے گا... جو خود کو عقل مند خیال کرے... اس سے بڑا بے وقوف ہے

کوئی نہیں۔"

"نہیں سمجھے نا... تو پھر احمق ہی ہوئے..." رانا کی سرگوشی میں بھی ہنسی تھی۔

"اوہو... یہ کوئی باتیں کرنے کی ہیں... آپ سامنے آ جائیں... ہم ذمے داری لیتے ہیں... وہ لوگ جا چکے ہیں"

"تمھاری ذمے داری پر اگر میں باہر آ گیا... تو گرفتار کر لیا جاؤں گا... اور پھر پولیس مجھے پھانسی پر چڑھا دے گی... کیا تم یہ چاہتے ہو" اس نے پوچھا۔

"ہمارے چاہنے نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا... ہوتا وہی ہے... جو خدا کو منظور ہوتا ہے"

"یہ بات تو خیر تمھاری بہت فٹ ہے"

"تو پھر ڈرنا کیا... سامنے آ کر بات کریں"

"تم تو مجھے پھنسانے پر تل گئے... ارے بھئی... احتیاط بھی تو کرنا چاہیے کہ نہیں"

"ہاں! کرنا چاہیے... اچھا خیر... آپ کچھ دیر اور چھپے رہیں... اور یہ بتائیں... یہ سارا چکر کیا ہے"

"کوئی نامعلوم آدمی اس شہر میں بموں کے دھماکے کر رہا ہے... اور نام میرا استعمال کر رہا ہے"

"یہ... یہ بات تو ہم نے سنی نہیں"

"ابھی تم لوگوں کے سامنے دھماکا تو ہوا ہی نہیں... دھماکا
ہوتا تو تم دیکھ لیتے... دھماکے کی جگہ سے رانا چھانگا کے
نام کا کارڈ ملتا ہے... اور پولیس پھر ایسا مقدمہ میرے
نام پر درج کر لیتی ہے... میرے جرائم کی فہرست ان
کے پاس بہت لمبی ہے... اسی لیے... وہ مجھ سے ڈرتے
بھی ہیں... اور مجھے جلد از جلد پھانسی پر بھی چڑھا دینا
چاہتے ہیں۔"

"تو یہ دھماکے آپ نہیں کرا رہے۔" آصف نے پوچھا۔

"ارے نہیں... وہ تو کوئی چھپا رستم ہے... چھپا رستم
سمجھتے ہو تم۔"

"جی ہاں! ہماری اردو اتنی کمزور نہیں...۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے۔" رانا نے خوش ہو کر کہا۔

"کون سی بات بہت اچھی ہے؟"

"یہ کہ تمھاری اردو اتنی کمزور نہیں ہے... کمزور اردو
والے لوگ مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے... اس لیے کہ اردو
ہماری مادری زبان ہے۔"

"آپ کے خیالات تو کافی اچھے لگتے ہیں... آپ مجرم نہیں
ہو سکتے۔"

"نہیں ہو سکتا نا... لیکن بنا دیا گیا ہوں... اور اس طرح

ر دیا گیا ہوں... کہ اگر کبھی میں قابو آ گیا... تو پھر کسی صورت
ی نہیں ہونے دیا جاؤں گا... میرا وکیل میرے لیے کچھ
ی نہیں کر سکے گا... میرے خلاف ثبوت بھی اتنے جمع کر
گئے ہیں۔"

"تو کیا آپ کے خیال میں یہ کام رشید ڈوگر کر رہے
ں۔"

"ارے نہیں... وہ تو شریف آدمی ہیں... یہ کام تو پولیس
پکٹر، سب انسپکٹر جیسے لوگ کر رہے ہیں... البتہ ان کی
ورٹیں سُن سُن کر پڑھ پڑھ کر... یہ بھی مجھے مجرم سمجھنے
گئے ہیں۔"

"ان حالات میں آپ کب تک چھپے رہیں گے... کب تک
یس سے بچتے رہیں گے؟"

"میں کر ہی کیا سکتا ہوں۔"

"یہاں سے کہیں دور نکل جائیں... بہت دور۔"

"ان لوگوں کے لیے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے... اس
ت دور جگہ تو یہ چند گھنٹوں میں پہنچ جائیں گے... میرے
یہ جنگل ہی ٹھیک ہے... کیوں کہ یہ اس کا چپہ چپہ
ان چکے ہیں... لیکن... میں انھیں آج تک نہیں ملا۔"

"لیکن آج تم نہیں بچ سکو گے... رانا۔" ایس پی رشید ڈوگر

کی بھاری بھر کم آواز ان کے کانوں میں گونجی۔

"دیکھا... میں نے ٹھیک کہا تھا نا... یہ لوگ تمہیں چارے کے طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے" رانا کی ہنسی سنائی دی۔

"ہچ... چارہ... حد ہو گئی... اب ہمیں چارہ سمجھا جائے گا" آفتاب نے جھلا کر کہا۔

"ایسا بھی ہوتا ہے" آصف مسکرایا۔

"میں ایسے قصبے میں ایک منٹ نہیں ٹھہر سکتا... جہاں انسانوں کو چارہ سمجھ کر لوگ چرنا شروع کر دیں" آفتاب نے تلملا کر کہا۔

"ارے تو جاؤ... تمہیں روکا کس نے ہے"

آفتاب نے اسے تیز نظروں سے گھورا... اور پاؤں پٹختا ہوا باہر نکلنے لگا...

"آپ کہاں چل دیے جناب..." اچانک رشید ڈوگر دروازے پر نمودار ہوئے۔

"میں اب یہاں نہیں رہ سکتا... اپنے شہر جا رہا ہوں"

"افسوس! آپ فی الحال نہیں جا سکتے... پہلے آپ کو اپنی ضمانت کرانا ہو گی"

"ضمانت... کس سلسلے میں"

"سلطان گومی نے آپ کے خلاف چوری کی جو رپورٹ درج

کرا رکھی ہے... اس سلسلے میں"

"لیکن اس سلسلے میں آپ کا پروگرام گرفتاری کا تو ختم ہو گیا تھا... پہلے آپ گرفتار کرنا چاہتے تھے... لیکن رانا درمیان میں آ گیا... اور جب ہم رانا سے فارغ ہو کر واپس پہنچے تو پھر ہمیں گرفتار نہیں کیا گیا تھا... اس سے تو ہم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہمارے خلاف رپورٹ واپس لے لی گئی"

"نہیں... رپورٹ کو اس وقت دبا لیا گیا تھا... فیصلہ یہ ہوا تھا کہ آپ لوگوں کی مدد سے رانا چھانگا کو گرفتار کیا جائے گا... کیوں کہ وہ آپ سے متاثر ہے... اور آپ کے چکر میں پھنس کر ہمارے چکر میں آ جائے گا"

"اوہ... تو یہ بات تھی"

"ہاں! ہم نے رانا کو باتیں کرتے سن لیا ہے... بتاؤ... وہ کہاں چھپا ہوا ہے... ورنہ ہمیں آپ کو گرفتار کرنا پڑے گا"

"ارے ارے... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... آپ الٹا ہمیں پھانس لینے کے چکر میں ہیں... جب کہ ہم قانون کی مدد کر رہے ہیں... اس قصبے کو دھماکوں سے بچانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں... آپ ایڑی چوٹی کا زور سمجھتے ہیں"

"میں اَن پڑھ نہیں ہوں... اور پھر اسی ملک میں پیدا ہوا ہوں

اردو میرے گھر کی زبان ہے..." ایس پی رشید ڈوگر کو غصہ آ گیا۔

"یہ غصہ ہمیں اچھا لگا... ہمیں جب کوئی ایسی بات کہتا ہے تو ہمیں بھی بالکل ایسا ہی غصہ آتا ہے۔" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ بالکل ایسا ہی غصہ آتا ہے ہو سکتا ہے... تھوڑا بہت مختلف غصہ آتا ہو۔" فرحت نے آفتاب کو گھورا۔

"اوہو! یہ تم کن باتوں میں پڑ گئے... رانا کہاں ہے؟"

"مسٹر رانا... آپ کہاں ہیں؟" آصف نے چاروں طرف دیکھا۔

"میں تم لوگوں کے آس پاس... ڈھونڈ سکتے ہو مسٹر رشید ڈوگر... تو ڈھونڈ لیں۔" اس نے گنگنانے کے انداز میں کہا۔

رشید ڈوگر نے جھلا کر چاروں طرف دیکھا... پھر ماتحتوں کو اشارہ کیا... وہ پورے مکان میں پھیل گئے... اور لگے رانا چھانٹا کو تلاش کرنے...

"اس مکان میں ضرور کوئی خفیہ جگہ ہے... وہ وہاں چھپا ہوا ہے... تم اس جگہ کو تلاش کرو..."

"لیکن سر... اگر اس نے کلاشن کوف سے..." ایک ماتحت نے کہنا چاہا... وہ تلاش کرنے والوں کے ساتھ نہیں گیا تھا

"اوہو... دیکھا جائے گا... تم بھی جاؤ... اور تلاش کرو۔" انھوں نے تلملا کر کہا۔

وہ بھی چلا گیا... اب رشید ڈوگر ان کے ساتھ اکیلے رہ گئے...

"آپ نے یہاں ہونے والی ساری گفتگو سن لی ہے؟" آصف نے پوچھا۔

"ہاں! سن چکا ہوں... لیکن یہ صرف رانا کا جھوٹ تھا... اس نے جرائم کیے ہیں... میرے ماتحتوں نے اس کے جرائم کے ایسے ثبوت مجھے دکھائے ہیں کہ کوئی عدالت بھی انھیں نہیں جھٹلا سکتی۔"

"ہوں! یہ کیس اگر عدالت میں لگا... تو ہم اس کی سماعت ضرور سنیں گے... کیوں کہ یہ حد درجے دل چسپ ہو گا۔"

"ضرور کیوں نہیں... لیکن آپ لوگوں کے ساتھ اب تک آپ کے والد نظر نہیں آتے۔"

"چھوٹے موٹے کیسوں میں وہ خود نہیں آتے... ہمیں بھیج دیتے ہیں... خاص طور پر ایسے وقت میں جب ان کے پاس کام بہت ہوتا ہے... انھوں نے ہمیں صرف اتنا حکم دیا تھا... کہ ہم قصبہ روہان پہنچ جائیں، وہاں بہت باقاعدگی سے بموں کے دھماکے ہو رہے ہیں... ان دھماکوں کا سلسلہ

ہمیں بند کرانا ہے...اور بس... اس کے بعد تو ان کی طرف سے ہمیں کوئی ہدایت تک نہیں ملی۔"

"کمال ہے...ویسے یہ بات ماننا پڑے گی...آپ کے آنے کے بعد دونوں دن خالی نکل گئے...اب دیکھنا یہ ہے کہ کل دھماکا ہوتا ہے یا نہیں۔"

"اللہ چاہیں گے... تو کل بھی نہیں ہو گا۔" فرحت نے کہا۔

تلاشی کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا...آخر ان کے ماتحت منہ لٹکائے واپس آ گئے...

"رانا یہاں کہیں نہیں ہے سر۔"

"کیا بات کرتے ہو... وہ ان لوگوں سے بات کرتا رہا ہے۔"

"اب ہم کیا کہ سکتے ہیں۔"

"تم کچھ کہ سکتے ہو..." انھوں نے تینوں کی طرف دیکھا۔

"ابھی تو ہم بھی اس پوزیشن میں نہیں ہیں۔"

"تب پھر میں تم تینوں کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیتا ہوں۔"

"کر لیں... پھر دھماکا کس طرح رکوائیں گے۔"

"بم سکواڈ کے ذریعے... تم فکر نہ کرو۔"

"یہ کیس بہت عجیب سا ہے...آپ ہماری ضمانت خود لے لیں... کیا آپ کو قصبے کے لوگ عزیز نہیں ہیں۔" فرحت نے جھلا کر کہا۔

"مجھے تو قصبے کا بچہ بچہ عزیز ہے... لیکن میں کیا کروں، اس قصبے کا امن رانا جیسے لوگ تباہ کرنے پہ تلے ہیں۔"

"لیکن میرا خیال ہے... یہ کام رانا جیسے لوگوں کا نہیں ہے... یہ کام تو کسی ملک دشمن کا ہے..."

"ثبوت جب موجود ہوں تو انسان کیا کہ سکتا ہے... آپ نے ابھی وہ ثبوت دیکھے نہیں۔"

"خیر... ہم ان کو بھی دیکھ لیں گے... اگر آپ دکھانا پسند کریں گے۔"

"مسٹر رشید ڈوگر... وہ تمام ثبوت فرضی ہیں۔" رانا چھانگا کی آواز گونجی۔

رشید ڈوگر اچھل پڑے... انھیں یوں لگا تھا جیسے آواز ان کی کمر کی طرف سے آئی ہو... لیکن جب انھوں نے گھوم کر دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا...

"یہ تمھارا کہنا ہے نا۔"

"میں عدالت میں ان تمام ثبوتوں کو بالکل غلط قرار دے سکتا ہوں۔"

"تو پھر خود کو گرفتاری کے لیے پیش کیوں نہیں کر دیتے؟"

"میں پیش کر دوں گا خود کو... کر دوں گا سر... لیکن اس ملک دشمن کی گرفتاری کے بعد۔"

"کون سے ملک دشمن کی بات کر رہے ہو تم؟" رشید ڈوگر حیران ہو کر بولے۔

"اسی ملک دشمن کی... جو قصبے میں دھماکے کروا رہا ہے... اور ملک کے مختلف حصوں میں جو دھماکے ہو رہے ہیں... وہ بھی اسی جیسے لوگ کروا رہے ہیں... یہ سب ہمارے دشمن ملکوں کی کارستانی ہے... فرقہ وارانہ فسادات بھی یہی لوگ کراتے ہیں۔"

"اس ملک دشمن کو گرفتار کرانا ہمارا کام ہے... تم خود کو قانون کے حوالے کر دو۔"

"اگر میں نے اس کی گرفتاری سے پہلے خود کو قانون کے حوالے کر دیا تو پھر اس کو گرفتار نہیں کیا جا سکے گا... میں ہوں اس کی سلوت... اس کے خلاف بہت سے معلومات میں حاصل کر چکا ہوں... یہی وجہ ہے کہ وقت سے پہلے جان جاتا ہوں... کہ آج دھماکا کہاں ہو گا۔"

"اوہ... لیکن یہ اندازہ تو یہ لوگ بھی لگا لیتے ہیں۔"

"تمھارا اشارہ کن لوگوں کی طرف ہے۔"

"یہ جو آپ کے سامنے کھڑے ٹکر ٹکر آپ کو گھور رہے ہیں۔"

"اوہ! یہ تینوں... یہ دراصل انسپکٹر کامران مرزا کے ساتھی ہیں۔"

"یہ جو کوئی بھی ہیں... اچھے لوگ ہیں... ملک اور قوم کے ہمدرد ہیں... اپنے دین کے بھی سچے خیر خواہ ہیں۔"

"یہ... یہ باتیں مسٹر رانا آپ کر رہے ہیں۔" رشید ڈوگر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں سر! وجہ اس کی یہ ہے کہ مجھے ہمیشہ غلط سمجھا گیا... میں نے اپنی زندگی کا کردار اس قصبے میں ملک دشمنوں کے خلاف کام کر کے شروع کیا تھا... ملک دشمنوں نے جب دیکھا کہ میں ان کے راستے کا روڑا ہوں... تو انھوں نے مجھ پر مختلف قسم کے جرائم تھوپنا شروع کر دیے، میرے خلاف قسم قسم کے ثبوت پولیس کو دینا شروع کر دیے، چوریاں اور ڈاکے... وغیرہ کی وارداتیں کرنے اور کرانے کے بعد وہ میرے نام کا کارڈ ان جگہوں پر ڈال کر جانے لگے... اس طرح میں مجرم بنتا چلا گیا... حالاں کہ میں نے ایک جرم بھی نہیں کیا... قصبے کے کسی انسان کو ذرہ بھر بھی نقصان نہیں پہنچایا... ہاں میں ملک دشمنوں

کے خلاف ضرور کام کرتا رہا ہوں۔"

"یہ باتیں تو ہر مجرم کر سکتا ہے... اصل کام ہے، عدالت میں اپنی بے گناہی کا ثبوت پیش کرنا۔"

"یہ کام میرے لیے بہت مشکل ہو گا... لیکن ایسا میں کر سکتا ہوں... اور میں پھر کہتا ہوں... جب تک وہ نامعلوم آدمی گرفتار نہیں ہو جاتا... اس وقت تک میں گرفتاری نہیں دوں گا۔"

"تو کیا تم معلوم کر چکے ہو... وہ کون ہے... جو دھماکے کرا رہا ہے۔"

"اگر معلوم کر چکا ہوتا تو اس وقت تک وہ سلاخوں کے پیچھے ہوتا۔"

"اچھا مسٹر رانا چھانگا... اب ہمارا فیصلہ سنو... اگر تم تین منٹ کے اندر اندر باہر نہیں آؤ گے... تو ہم اس عمارت کو بم سے اڑا دیں گے۔"

"کیا!!!" ان تینوں کے منہ سے نکلا۔

"آپ لوگوں کو کیا ہوا؟"

"ہمارا خیال ہے... آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"لیکن اب اس کے سوا چارہ بھی تو کوئی نہیں ہے... حکومت کی طرف سے رانا چھانگا کو گولی کا حکم تو ویسے ہی

ہو چکا ہے... ہمیں تو اس کے خلاف مقدمہ چلانے کی بھی ضرورت نہیں... لیکن میں یہ وعدہ ضرور کرتا ہوں... اگر یہ گرفتاری دے دے تو پھر ہم مقدمہ چلائے بغیر کچھ نہیں کریں گے۔"

"رانا ان باتوں میں آنے والا نہیں۔"

"اچھی بات ہے... سب لوگ باہر نکل جائیں۔" رشید ڈوگر نے حکم دیا۔

"کیا حکم ہے۔" آصف بولا۔

"ہاں! آپ لوگ بھی۔"

"آپ... آخر کرنا کیا چاہتے ہیں۔"

"اس عمارت میں بم نصب کروں گا... اور پھر باہر نکل جاؤں گا۔"

"آپ، ہمارا خیال ہے کہ ایسا نہ کریں۔"

"لیکن میں کیوں ایسا نہ کروں... جب کہ میرے پاس اوپر کا حکم موجود ہے... کہ اگر رانا کسی عمارت میں پھنس جائے اور گرفتاری نہ دے تو اسے بے شک بم سے اڑا دیا جائے۔"

"اوہ!... آپ سُن رہے ہیں مسٹر رانا۔"

"ہاں! سن رہا ہوں... یہ گیدڑ بھبکیاں ہیں... تاکہ میں خوف زدہ ہو کر گرفتاری دے دوں... لیکن میں ان باتوں

میں آنے والا نہیں۔"

"کیا بکواس ہے... میں گویا ڈراما کر رہا ہوں۔"

"ہاں! اور کیا۔" آواز سنائی دی۔

"میں اب مزید برداشت نہیں کر سکتا... آپ لوگ پندرہ سیکنڈ کے اندر اندر باہر نکل جائیں۔"

"لیکن آپ کو جو کچھ کرنا ہے... ہمارے سامنے کیوں نہیں کرتے... ہم ایک ساتھ باہر نکل جائیں گے۔"

"آپ لوگ سرکاری کام میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔" ایس پی رشید ڈوگر غرائے۔

"اچھی بات ہے... جو آپ کے جی میں آئے... وہ کریں..." آصف نے جھلا کر کہا... اور پھر ان دونوں کے ساتھ عمارت سے باہر آ گیا... باقی پولیس والے بھی... اس وقت تک باہر آ چکے تھے... اور عمارت سے دور ہٹتے جا رہے تھے... ان کے دل دھک دھک کرنے لگے...

"تک... کیا... کیا... رانا چھپانگا... کے یہ آخری لمحات ہیں۔" فرحت نے روتی آواز منہ سے نکالی۔

"وہ کہہ چکا ہے... گرفتاری نہیں دے گا... مر جائے گا۔" آصف بولا۔

"افسوس! میں چاہتا تھا... وہ عدالت میں اپنی بے گناہی

ثابت کرتا۔" آفتاب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"اور یہ ہماری وجہ سے پھنسا۔" آصف بڑبڑایا۔

"خیر... یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔"

اسی وقت... ایس پی رشید ڈوگر صاحب باہر نکلتے نظر آئے... پھر وہ بے تحاشا دوڑتے ہوئے بولے:

"بھاگو!!!"

اس کی بدقسمتی

ان سب نے بے تحاشا دوڑ لگا دی... اچانک دھماکے کی آواز سنائی دی... آواز بہت گرج دار تھی... انھیں زور دار جھٹکا لگا... قدم لڑکھڑا گئے... کچھ پولیس والے تو اوندھے منہ گرے... اور کچھ گرتے گرتے بچے... مڑ کر دیکھا... تو پوری عمارت ملبے کا ڈھیر بن چکی تھی...

"رانا چھانگا کی کہانی ختم ہو گئی۔" ایس پی رشید ڈوگر نے کہا۔

"افسوس!" آفتاب نے کہا۔

"آپ لوگوں کو آخر افسوس کیوں ہے؟"

"اس کا کہنا تھا... وہ بے گناہ ہے... اور عدالت میں پیش ہو کر اپنی بے گناہی پیش کر سکتا ہے... لیکن اسے ایسا موقع نہیں دیا گیا۔"

"رانا چھانگا ہی اگر مجرم تھا... تب پھر آج سے قصبے

میں بموں کے دھماکے بھی ختم ہو جائیں گے۔" فرحت نے کہا۔

"ہاں! بالکل... بالکل ہو جائیں گے۔"

"اور اگر دھماکوں کا سلسلہ جاری رہا تو؟"

"تو اس صورت میں ہم یہ کہیں گے... کہ رانا چھانگا بچ گیا ہے۔"

"خیر... یہ تو اب شام کا وقت بتائے گا۔"

وہ وہاں کافی دیر ٹھہرے رہے... یہاں تک کہ گرد کے بادل چھٹ گئے... اور ملبے کا ڈھیر انھیں بالکل صاف نظر آنے لگا... انھوں نے اس ڈھیر کے گرد ایک چکر لگایا۔ اچانک رشید ڈوگر نے بلند آواز میں کہا:

"مسٹر رانا چھانگا... کیا تم زندہ ہو... اگر زندہ ہو تو آواز دو۔"

جواب میں کوئی آواز سنائی نہ دی...

"چلو بھئی... سب لوگ واپس۔" رشید ڈوگر بولے۔

اور یہ قافلہ واپس روانہ ہوا... وہ تینوں اپنے سینوں پر بے تحاشا بوجھ محسوس کر رہے تھے... رانا کی آواز اب تک ان کے کانوں میں گونج رہی تھی...

"سر... کیا آپ ہمیں وہ تمام ثبوت دکھا سکتے ہیں جو رانا کے خلاف جمع کیے گئے ہیں۔"

"ضرور کیوں نہیں ... لیکن اب ان کی کیا ضرورت؟"

ہم اپنے سینوں پر بے تحاشا بوجھ محسوس کر رہے ہیں، شاید اس کے جرائم کا مکمل ثبوت دیکھ کر یہ بوجھ کم ہو جائے۔"

"آپ لوگ کل آ کر دیکھ لیجیے گا۔" وہ بولے۔

"بہت بہت شکریہ جناب..." تینوں ایک ساتھ بولے...

ایسے میں فرحت نے کہا:

"ہماری آپ سے ایک اور درخواست بھی ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ ابھی کسی کو کانوں کان رانا چھانگا کے مرنے کی خبر نہ ہو... اس لیے کہ اگر رانا کے نام سے کوئی دوسرا فائدہ اٹھا رہا ہے... تو پھر وہ ضرور بم کا دھماکا کرنے کی کوشش جاری رکھے گا... لیکن اگر اس خبر کو مشہور کر دیا گیا تو پھر وہ کوئی واردات کرنے کی کوشش نہیں کرے گا... کافی عرصہ تک بالکل چپ سادھ لے گا... اور پھر کسی نئے نام سے کام شروع کرے گا۔" فرحت نے جلدی جلدی کہا۔

"بات معقول ہے... ہم اس خبر کو نہیں پھیلائیں گے۔" وہ بولے۔

"شکریہ جناب..." اس نے خوش ہو کر کہا۔

اب وہ وہاں سے رخصت ہوئے۔

"اگر ہمیں دھماکا ہونے کے بارے میں کوئی سن گن لگی تو آپ کو فون کر دیں۔"

"ارے ہاں... آپ نے یہ نہیں بتایا... کہ دونوں مرتبہ آپ کو مجرموں کے پروگرام کا کس طرح پتا چلا۔"

"رانا چھانگا نے اطلاع دی تھی۔" آصف نے مسکرا کر کہا۔

"کیا!!!" رشید ڈوگر حیرت زدہ رہ گئے... کئی سیکنڈ تک انھیں گھورنے کے بعد آخر بولے:

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"کیا کیسے ہو سکتا ہے جناب... ہم سمجھے نہیں۔"

"ہمارے خیال کے مطابق تو یہ دھماکے کرتا ہی رانا چھانگا رہا ہے... پھر بھلا وہ کیوں آپ لوگوں کو بتانے لگا؟"

"اس لیے تو ہم یہ بات یقین سے کہتے ہیں کہ یہ کام رانا کا نہیں تھا۔"

"تب پھر میں ان تمام ثبوتوں کو کس خانے میں فٹ کروں؟" وہ بولے۔

"یہ آپ کا کام ہے... ویسے تمام ثبوت دیکھ کر اور ان کا مطالعہ کرنے کے بعد شاید ہم کوئی یقینی بات کر سکیں۔"

"آپ کل آ جائیں... مجھے خوشی ہو گی۔"

"اچھا جناب۔"

اور وہ وہاں سے الگ الگ رخصت ہوئے... جونہی تینوں اپنے ہوٹل کے کمرے میں داخل ہوئے... بری طرح اچھلے... کمرے میں انسپکٹر کامران مرزا موجود تھے... اور ان کے چہرے پر بہت دل کش مسکراہٹ تھی:

"تو بے چارا رانا چھانگا مارا گیا۔"

"یقین سے تو خیر نہیں کہا جا سکتا... ہم نے صرف ملبے کا ڈھیر دیکھا ہے... ارے مگر... آپ کو کس طرح معلوم ہوا۔" آصف چونکا۔

"اُلّو کی آواز کو بھول گئے۔" وہ مسکرائے۔

"ن... نہیں تو... وہ آواز تو ہمیں یاد ہے۔"

"بس تو پھر... میں بھی آس پاس موجود تھا۔"

"حیرت ہے... پھر آپ نے رانا چھانگا کو بچانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔" آفتاب کے لہجے میں شکایت تھی۔

"جب تیر کمان سے نکل جائے تو کوئی کچھ نہیں کر

سکتا... میرا مطلب ہے... جب کسی کی موت کا وقت آ جائے تو انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

"اوہ... اس کا مطلب ہے... رانا چھانگا واقعی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"ہاں! میں اطمینان کر چکا ہوں۔"

"ن... نہیں۔" ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"اوہو... تم تو اس سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہو گئے شاید۔" وہ بولے۔

"ج... جی ہاں... بہت زیادہ... ہمارے خیال کے مطابق وہ مجرم تھا نہیں... صرف بنا دیا گیا تھا۔"

"ہاں! یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اسے مجرم بنا دیا گیا... وہ تھا نہیں۔"

"تو کیا آپ اس بات کی بھی تصدیق کر چکے ہیں۔"

"میں کیا کر چکا ہوں... اور کیا نہیں کر چکا... اس وقت اس بحث کی ضرورت نہیں... سوال یہ ہے کہ دھماکے کا مجرم کون ہے... اب تک اندازہ لگا سکے ہو یا نہیں۔"

"مدھم مدھم سے اندازے ہیں بس... ابھی تک ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔" آصف نے کہا۔

"دیکھیے... اب اندازے مدھم مدھم بھی ہونے لگے۔" آفتاب

نے منہ بنایا۔

"جو شخص بھی دھماکوں کا مجرم ہے... رانا چھانگا کو مجرم بتانے میں اسی کا ہاتھ ہے... وہ اپنا ہر جرم رانا کے نام لگاتا رہا ہے... اوہو... وہ تو یہ فائدہ اب بھی اٹھا سکتا ہے۔" فرحت چونکی۔

"وہ کیسے؟"

"اس بات کا کسی کے پاس کوئی ثبوت تو ہے نہیں... کہ رانا چھانگا مارا جا چکا ہے... کیا آپ کے پاس ہے؟"

"فرض کر لیتے ہیں کہ نہیں ہے۔" وہ بولے۔

"تب تو پھر وہ یہ ظاہر کر سکتا ہے کہ میں یعنی رانا ابھی زندہ ہوں... اور اس طرح وہ دھماکوں کا سلسلہ جاری رکھے گا۔"

"اوہ... اوہ۔" انسپکٹر کامران مرزا کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"بالکل ایسا ہو گا۔" آصف نے کہا۔

"تب پھر... ہمیں تیاری کر لینی چاہیے۔"

"اوہ ہاں! تم تینوں فوراً نکل جاؤ... اور قصبے کے چکر لگانا شروع کر دو۔"

"اوہ! آپ!" آفتاب نے ان کی طرف دیکھا۔

"مجھے کچھ اور ضروری کام انجام دینا ہیں۔"

"آپ اس کیس میں کھل کر بالکل سامنے نہیں آ رہے... خیر تو ہے۔"

"بس... موڈ ہی کچھ ایسا ہے... تم نکلنے کی کرو۔"

"یہ لیجیے... ہم..." آصف کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اسی وقت فون کی گھنٹی بج گئی...

"آصف! تم سنو۔" انھوں نے کہا۔

اس نے ریسیور اٹھایا... تو دوسری طرف سے رشید ڈوگر صاحب کی آواز سنائی دی۔

"غضب ہو گیا۔"

"اللہ اپنا رحم کرے..." آصف نے گھبرا کر کہا۔

"وہ بدبخت ابھی زندہ ہے۔"

"ہم تو کسی بدبخت کو نہیں جانتے... آپ پتا نہیں کس بدبخت کی بات کر رہے ہیں۔" اس کے لہجے میں اب بھی حیرت تھی۔

"اوہو... بھئی وہی... رانا چھانگا... کی بات کر رہا ہوں۔"

"ارے باپ رے... وہ... وہ ابھی زندہ ہے۔"

"ہاں! اس نے ابھی ابھی مجھے فون کیا ہے... اور کہا ہے کہ وہ زندہ ہے... اور آج قصبے میں دھماکا کر کے دکھائے گا۔"

"ارے باپ رے..." اس نے گھبرا کر کہا۔

"اب کیا کیا جائے؟"

"کیا کیا جائے... یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ وہ دھماکا کہاں کرنے والا ہے؟"

"یہ تو آپ لوگ کسی طرح معلوم کر لیتے ہیں۔"

"ہم اپنی پوری کوشش کریں گے۔"

"اچھی بات ہے... جونہی کوئی بات معلوم ہو... مجھے ضرور فون کر دیجیے گا۔"

"جی بہتر!" اس نے کہا۔

پھر وہ ریسیور رکھ کر ان کی طرف مڑا:

"ایس پی ڈوگر صاحب کا فون تھا... کہہ رہے تھے کہ رانا چھانگا ابھی زندہ ہے... اور اس نے فون کیا ہے کہ آج وہ دھماکا کر کے دکھائے گا۔"

"بس تو پھر... آج ہمیں بہت زیادہ دوڑ دھوپ کرنا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"آپ تو کہہ رہے تھے... وہ مارا جا چکا ہے؟"

"ہاں! اس میں تو شک نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"تب پھر... ایس پی صاحب کو کس نے فون کر دیا؟"

"دھماکے کے مجرم نے... ہم تو پہلے ہی یہ بات کر چکے ہیں۔" انھوں نے کہا۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اسے آج ہر حال میں دھماکا کرنا ہے... اور ہمیں ہر حال میں قصبے کے لوگوں کو دھماکے سے بچانا ہے... اب غور طلب بات ہے کہ وہ کیا کرے گا؟"

"وہ ایک جگہ سے زائد جگہوں پر دھماکا کرنے کی کوشش کرے گا... تاکہ کہیں تو کامیاب ہو جائے۔" فرحت نے چونک کر کہا۔

"بالکل ٹھیک... گزشتہ دو ناکامیوں نے اسے یہی سبق دیا ہے... کہ بم ایک سے زائد جگہوں پر رکھے جائیں گے۔"

"باپ رے... پھر تو خطرہ پہلے سے زیادہ ہے۔"

"اور اس بات کا بھی امکان ہے... کہ وہ وقت تبدیل کر دے... پہلے دھماکا پانچ بجے کے قریب ہوتا رہا ہے... لیکن البتہ ضروری نہیں... دھماکا اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی ہو سکتا ہے... اوہو... ارے ہائیں..." وہ بری طرح چونکے۔ آنکھوں میں اور خوف دوڑ گیا...

"آپ نے تو ہمیں بھی ڈرائے دے رہے ہیں۔"

"ہاں! میں چاہتا ہوں... تم اچھی طرح ڈر جاؤ... اس قدر اچھی طرح کہ کیا بتاؤں؟"

"بس... کچھ نہ بتائیں... ہم سمجھ گئے..." آفتاب نے خوش

ہو کر کہا۔

"کیا سمجھ گئے؟"

"یہ کہ ہمیں اچھی طرح ڈرنا ہے۔" آفتاب بولا۔

"دھت تیرے کی... کبھی کوئی کام کی بات بھی کر لیا کرو۔" فرحت نے تلملا کر کہا۔

"اسے کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔"

"ارے... ارے... ہم... مگر... یہاں تو ہمیں دور دور تک کسی چوری اور سینہ زوری کا نشان نظر نہیں آ رہا ہے۔"

"محمود کا تکیہ کلام چرایا ہے... اور ان دونوں کو ہم سب کے سامنے اسے استعمال کیا جا رہا ہے۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"حد ہو گئی... وقت ضائع کرنے پر تل گئے ہو تم لوگ... میں کہتا ہوں... ہمارے پاس کام بہت ہے... ہاں وہ خیال سن لو... جو مجھے آیا ہے۔"

"سنائیے... ہم پوری طرح سننے کے لیے تیار ہیں۔"

اور ان کی آواز حد درجے نیچی ہو گئی... ان کی بات سن کر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں...

"ن... نہیں۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ن... نہیں... نہیں... ایسا ہو گا۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اچھی بات ہے... ہم نکل رہے ہیں۔"

وہ اسی وقت نکل گئے... آصف اپنی کار پر... فرحت اور آفتاب نے الگ الگ ٹیکسی پکڑ لی... گویا تینوں تین سمتوں میں جا رہے تھے... انھیں اپنا کام کرتے، قصبے کا چکر لگاتے، پونے پانچ بج گئے... پھر وہ ایک جگہ جمع ہوئے... جمع ہونے کا پروگرام پہلے ہی طے کر لیا گیا تھا...

"کیا جناب؟"

"ڈھاک کے وہی تین پات۔"

"محاورات کی زبان میں نہیں۔"

"شام پانچ بجے کوئی دھماکا نہیں ہو رہا... میں ڈوگرہ صاحب کو فون کرتا ہوں... شاید انھیں کوئی اطلاع ملی ہو۔"

رشید ڈوگرہ نے آصف کی آواز سنتے ہی بے تابانہ انداز میں کہا:

"سر... مبارک ہو۔"

"تک... کیسی مبارک باد... میں تو یہاں حد درجے پریشان بیٹھا ہوں۔"

"پریشان... وہ کس لیے؟"

"آپ لوگوں کی طرف سے کوئی اطلاع جو نہیں ملی۔"

"اوہ! ہاں! اطلاع دینے کے لیے ہی تو فون کیا ہے۔"

"ارے! تو بتائیں نا... کیا اطلاع ہے۔"

"آج کہیں دھماکا نہیں ہو رہا... ہم اپنا اطمینان کر چکے ہیں۔" آصف نے کہا۔

"کس طرح اطمینان کرتے ہیں... آخر آپ لوگ۔" ایس پی صاحب بولے۔

"آلات کے ذریعے... ہمارے پاس خاص قسم کے آلات ہیں۔" وہ بولا۔

"اوہ... لیکن اس نے تو دعویٰ کیا تھا کہ آج دھماکا کر کے دکھائے گا۔"

"بس... شاید وہ ڈر گیا... اب رانا چھانگا بے چارہ بھی ڈرنے لگا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"حیرت ہے... کمال ہے... بہرحال خوشی کی بات ہے کہ آج کوئی دھماکا نہیں ہو گا... لیکن... کل تو دھماکا ہو سکتا ہے۔"

"کل کی بات کل دیکھیں گے... آج تو آرام سے گزرتی ہے۔"

"کیا مطلب... یہ کیا کہا آپ نے۔"

"آپ نے کسی شاعر کا یہ مصرعہ نہیں سنا...

عاقبت کی خبر خدا جانے، اب تو آرام سے گزرتی ہے۔"

"مجھے شعر و شاعری سے دور کا بھی لگاؤ نہیں۔"

"تو نثر و ادب کا لگاؤ پیدا کر لیں۔" آصف ہنسا۔

"اس اطمینان بخش اطلاع کے لیے آپ کا بہت بہت شکریہ۔" ایس پی صاحب بولے۔

اور آصف نے ریسیور رکھ دیا...

"اور ہمارا کام اب پھر شروع۔" اس نے کہا۔

"بالکل اصل کام اب شروع۔" آفتاب نے کہا۔

"اللہ ہمیں کامیابی عطا فرمائے... ملاقات کا وقت اب چھ بجے ہے... لیکن اگر کوئی بات ہو جائے تو پھر آنے کی ضرورت نہیں۔" آصف نے کہا۔

"او کے۔" دونوں بولے۔

تینوں ایک ساتھ الگ الگ سمتوں میں روانہ ہو گئے... ٹھیک سوا چھ بجے ایک چوک سے گزرتے ہوئے آصف کو آلے پر اشارہ موصول ہوا... وہ فوراً رک گیا... اور سوئی جس سمت میں اشارہ کر رہی تھی... وہ اسی سمت میں مڑ گیا... اور پھر... ایک لیٹر بکس پر اس کی نظریں جم گئیں...

اس نے ادھر ادھر دیکھا... کوئی اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا... اس نے فوراً ماسٹر چابی جیب سے نکالی؛

"اے... کیا کر رہے ہو... لوگوں کے خط چرانے کا ارادہ ہے کیا؟"

اس نے گھبرا کر سامنے دیکھا....

تین دھماکے

آفتاب کی کلائی پر بندھے گھڑی نما آلے نے جونہی ٹوں ٹوں کی... اس نے ٹیکسی والے سے رکنے کے لیے کہا... لیکن وہ رکا نہیں... ٹیکسی آگے بڑھتی چلی گئی...

"تم نے سنا نہیں... میں نے کیا کہا ہے؟"

"جی نہیں... میں بہرہ ہوں۔"

اس نے فوراً جیب سے پستول نکالا اور اس کی گردن سے لگا دیا:

"یہ پستول ہے... اگر تم نے فوراً گاڑی نہ روکی تو فائر کر دوں گا۔"

"ضرور کر دو فائر... میں تو مروں گا... ساتھ میں تم بھی مرو گے۔"

"اچھا یہ بات ہے..." آفتاب نے تلملا کر کہا اور پھر اچانک کار کا دروازہ کھول ڈالا...

"کیا کرنے لگے ہو۔"

"تم تو ٹیکسی روک نہیں رہے ہو... میں خود نیچے اتر رہا ہوں۔"

"ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی۔"

"بھئی واہ... پھر تو مزا آ جائے گا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے نیچے چھلانگ لگا دی، اور خاص طریقے سے لگائی... گرتے ہی لڑھکنے لگا... اور لڑھکتا چلا گیا... ساتھ ہی ٹیکسی رکتی نظر آئی... آفتاب نے فوراً ایک درخت کی اوٹ لے لی... اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا... پچھلے چوک میں کہیں بم موجود تھا، اور کسی وقت بھی پھٹ سکتا تھا... اس نے آن کی آن میں سوچا اور جونہی ٹیکسی ڈرائیور ٹیکسی سے باہر نکلا، اس کے دل کا نشانہ لیتے ہوئے گولی چلا دی...

وقت بچانے کا اس سے اچھا طریقہ اس وقت اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا... اب وہ تیر کی طرح ٹیکسی کی طرف بڑھا... اس وقت تک لوگ جمع ہو گئے تھے... پستول کی آواز نے ان کے چہروں پر خوف طاری کر دیا تھا... پھر ان لوگوں نے ڈرائیور کو گرتے اور تڑپتے بھی دیکھ لیا تھا...

"ارے... وہ... بے چارے ٹیکسی ڈرائیور کو قتل کر کے اس کی ٹیکسی لے اڑا... غضب خدا کا۔" اس نے اپنے پیچھے کسی کے چلانے کی آواز سنی۔

"اس کا پیچھا کرنا چاہیے۔" کسی نے کہا۔

"نہ بابا... یہ ایک قتل تو پہلے ہی کر چکا ہے... پیچھا کرنے والے کو کب چھوڑے گا... ہاں... پولیس کو فون کر دیتے ہیں۔"

اور آفتاب نکلتا چلا گیا... پھر وہ اس چوک پر پہنچا... کلائی پر بندھے آلے کی مدد سے وہ ایک دکان تک پہنچ گیا، دکان پر اس وقت چند آدمی سودا لے رہے تھے...

"اے جناب... آپ کی دکان میں کسی نے بم رکھ دیا ہے... فوراً باہر آ جائیں... صرف میں بم تلاش کرنے کے لیے دکان میں داخل ہو گا۔"

بم کا لفظ سن کر لوگ فوراً وہاں سے دوڑ پڑے... دکان دار نے بھی دیر نہ لگائی... تاہم وہ کچھ فاصلے پر جا کر رک گئے... اور اس کی طرف دیکھنے لگے... آلے کی مدد سے آفتاب کو فوراً پتا چل گیا، کہ بم کوئلوں کی بوری میں ہے...

اس نے جلدی جلدی کوئلے ڈھیر کرنا شروع کر دیے، جلد ہی اسے بم نظر آ گیا... بس پھر کیا تھا... اس نے

پلک جھپکتے میں اسے بے کار کر دیا... اور تب اس نے سکون کا سانس لیا... ساتھ ہی وہ بولا:

"اس کا مطلب ہے... دو اور جگہوں پر بھی بم ملنے کی اُمید ہے۔"

دور چلے جانے والے ڈرے ڈرے انداز میں اس کی طرف آنے لگے...

○

فرحت ایک بازار سے گزر رہی تھی کہ ٹوں ٹوں کی آواز سنائی دی... اس نے چونک کر گھڑی کی طرف دیکھا.. اور پھر ایک کھلونوں کی دکان کی طرف دوڑ پڑی... اس کی آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا...

"دیکھیے... اس دکان میں کسی نے بم رکھا ہوا ہے... آپ لوگ فوراً دکان کو خالی کر دیں... جلدی۔" اس نے تیز آواز میں کہا۔

"کیا کہا... بم۔" لوگ چلائے اور پھر وہاں بھگدڑ مچ گئی۔

کھلونوں کے درمیان چھپایا گیا بم فرحت کو فوراً نظر آ گیا... اس نے اسے فوراً ناکارہ بنا دیا... اور لگی پروفیسر غوری

صاحب کو دعائیں دینے... آج اگر ان کے پاس یہ آلات نہ ہوتے... تو شہر میں تین دھماکے ہو چکے تھے... اور نہ جانے کتنے لوگ مر چکے ہوتے... لیکن ان کا کام ابھی ختم نہیں ہوا تھا... لوگوں کو بتا کر وہ پھر مین سڑک پر آئی... اور اپنی ٹیکسی میں بیٹھ گئی...

"چلو بھئی..." اس نے ڈرائیور سے کہا۔

ٹیکسی چل پڑی... ایسے میں ایک بھاری بھرکم آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی:

"تو تم نے بم کو ناکارہ بنا دیا۔"

اس نے چونک کر دیکھا... ڈرائیور کی آواز تھی۔

"کون ہو تم؟"

"باس کا ایک خاص آدمی... اس کا حکم ہے کہ تم تینوں کو ہر حال میں موت کے گھاٹ اتار دوں... کیوں کہ تم ہمارے راستے کا بہت بڑا روڑا ہو۔"

"روڑا نہیں... پتھر کہو... روڑا ذرا چھوٹی چیز ہوتی ہے۔" فرحت نے شوخ آواز میں کہا۔

"اچھی بات ہے... اب کیا پروگرام ہے۔" ڈرائیور نے ہنس کر کہا۔

"پروگرام تو تمھیں معلوم ہو گا؟"

"مجھے تو یہ حکم ملا تھا کہ تم لوگوں کو گھیر گھار کر باس تک پہنچا دوں۔"

"تو پھر۔" فرحت بولی۔

"لیکن تم الگ الگ نکل کھڑے ہوئے... اس لیے ہمیں بھی الگ الگ نکلنا پڑا... اب میں صرف تمھیں باس تک لے جا رہا ہوں... باقی دو کو میرے ساتھی خود لے آئیں گے۔" وہ بولا۔

"تو پھر ٹھیک ہے... چلے چلتے ہیں۔" فرحت نے خوش ہو کر کہا۔

"گویا تم کوئی رکاوٹ نہیں بنو گی... باس کے پروگرام میں۔" اس نے کہا۔

"رکاوٹ بننے کی کیا ضرورت ہے... باس سے دو دو باتیں کرنے کا موقع مل رہا ہے۔"

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔"

ٹیکسی چلتی رہی... آخر ایک ہوٹل کے سامنے رکی...

"ارے! یہ تو ہوٹل جان ہے۔" فرحت زور سے چونکی۔

"ہاں! ہوٹل جان... آؤ میرے ساتھ... اور اگر تم کوئی چالاکی کرو گی تو گولی کا نشانہ بن جاؤ گی... میری جیب میں بے آواز پستول ہے..."

"چالاکی کرنا ہوتی... تو وہیں کر سکتی تھی... جہاں ہماری ملاقات ہوئی تھی۔" فرحت مسکرائی۔

وہ اسے ساتھ لیے ہوٹل میں داخل ہوا... اور پھر پچلی منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوا... اندر کوئی نہیں تھا، اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا...

"اس کا مطلب ہے... ابھی میرے ساتھی نہیں لائے گئے۔" فرحت نے کہا۔

"پتا نہیں... کچھ کہہ نہیں سکتا۔"

"کیوں! کہہ کیوں نہیں سکتے... اگر انھیں لایا جا چکا ہوتا تو کیا وہ یہاں نہیں ہوتے۔"

"یہ ضروری نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہو سکتا ہے... ان دونوں کو یہاں لایا جا چکا ہو اور یہاں سے وہ آگے پہنچ گئے ہوں۔"

"کیا مطلب... کیا ہمیں یہاں سے بھی آگے کہیں لے جایا جائے گا۔"

"ہاں! یہ تو ابتدائی منزل ہے... یہ دیکھنے کے لیے کہ کسی نے تعاقب تو نہیں کیا... بلکہ ہے... تو اس سے ہمیں دو دو ہاتھ کر لیے جائیں۔"

"دو دو ہاتھ یا دو دو باتیں۔" فرحت نے منہ بنایا۔

"ایک ہی بات ہے۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"گویا تم ابھی کچھ دیر انتظار کرو گے... پھر آگے بڑھو گے؟"

"میں آگے نہیں بڑھوں گا... مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ ملے گا۔"

"کیا مطلب؟" فرحت چونکی۔

عین اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی... ڈرائیور نے دروازہ کھول دیا... ایک اور ڈرائیور آفتاب کو لیے اندر داخل ہوا۔

"دو تو آ گئے... ایک رہ گیا۔"

"آفتاب تم ان کے ہتھے کس طرح چڑھ گئے؟"

"بم کو بے کار کر کے فارغ ہوا تو ان کے ہاتھ لگ گیا... ویسے میں آتا نہ... لیکن انھوں نے بتایا کہ باس سے ملاقات کروانا ہے... لہٰذا باس سے ملنے کے شوق میں چلا آیا۔" آفتاب نے کہا۔

"یہی سن کر میں آ گئی ان کے ساتھ... اور پھر میں نے سوچا تھا کہ اس طرح تم دونوں کے ساتھ بھی ملاقات ہو جائے گی... مم... مگر آصف تو یہاں کہیں بھی نہیں ہے؟"

"فکر نہ کرو... وہ بھی آئے گا۔" ایک ڈرائیور نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو... اس بھاؤ ہم ضرور آئیں گے۔"

"کیا کہا... اس بھاؤ۔" ڈرائیور ہنسا۔

اسی وقت دروازہ کھلا... اور آصف کو اندر لایا گیا۔

"آؤ بھئی... تمھارا ہی انتظار تھا ہمیں۔"

"انتظار کرنے کی کیا ضرورت تھی... پروگرام شروع کر دیا ہوتا۔"

"تمھارے بغیر پروگرام شروع کر کے کیا مزا آتا؟"

"ہاں! مزا تو اب آئے گا۔" ڈرائیور ہنسا۔

"اب انھیں نیچے لے چلیں... باس کے پاس۔"

"اور کیا کرنا ہے ان کا۔"

کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیا جا چکا تھا... اب ان میں سے ایک نے سامنے والی دیوار میں ایک سرخ دائرے کو دبایا... ایسے اور بھی دائرے دیوار پر بنے ہوئے تھے... دیوار میں فوراً خلا نمودار ہوا... اور اس کے دوسری طرف سیڑھیاں جاتی نظر آئیں...

اور پھر انھوں نے خود کو ایک تہ خانے میں پایا... دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا...

"لیکن یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے... سوائے ہم لوگوں کے۔"

"اب باس کو اطلاع دی جائے گی کہ تم تینوں کو یہاں لے آیا گیا ہے... اس کے بعد باس خود یہاں آئیں گے۔" ایک نے کہا۔

"بہت خوب! تو پھر دیں اطلاع۔"

تہ خانے کی دیواروں میں کئی الماریاں بھی نصب تھیں۔ ان میں سے ایک الماری کو کھولا گیا... اس میں وائرلیس سیٹ موجود تھا... اس کا بٹن دبا دیا گیا تو الماری میں نیلا بلب جلنے بجھنے لگا...

"ہیلو باس! اس طرف آپ کے دشمن آگئے ہیں۔"

"بہت خوب! مزا آ گیا..." باس کی آواز سنائی دی... انھوں نے محسوس کیا... وہ یہ آواز سن چکے ہیں...

"اب آپ کب تشریف لائیں گے؟"

"میرے آنے کی کوئی ضرورت نہیں... انھیں ٹھکانے لگا دو۔"

"جی... یہ آپ کیا کہ رہے ہیں... آپ کا پروگرام تو ان سے ملاقات کرنے کا تھا... اور یہی بتا کر ہم انھیں یہاں لائے ہیں؟"

"کیا مطلب؟" تینوں حیرت زدہ رہ گئے۔

"ہاں دوستو... اگر تمھیں یہ نہ کہا جاتا تو تم ہرگز سیدھی

طرح میرے لوگوں کے ساتھ نہ آتے... وہیں پھڈا ڈال دیتے، تم لوگوں کو نہایت آسانی سے پھانسنے کی یہ کس قدر بہترین ترکیب ہے... اسے کہتے ہیں، عقل بڑی یا بھینس۔"

"بہت خوب! تو یہ بات ہے... لیکن مسٹر باس! تمھیں یہاں تو آنا ہی پڑے گا۔" فرحت چہک کر بولی۔

"مجھے کیوں آنا پڑے گا؟"

"اپنے ان تینوں آدمیوں کی جان بچانے کے لیے۔"

"لیکن ہماری جانوں کو کیا خطرہ ہے؟" ان میں سے ایک نے ہنس کر کہا۔

"وہ خطرہ تم لوگوں کے عین سروں پہ موجود ہے۔"

انھوں نے جونہی اوپر دیکھا... تین ہلکے سے دھماکے ہوئے...

دسواں آدمی

تینوں الٹ کر گرے... ساتھ ہی ان کی چیخیں بھی نکل گئیں...

"یہ... یہ... یہ ہماری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے... اور ہمارے جسموں سے آگ سی کیوں نکل رہی ہے!"

"کام ہی آگ اور خون والے کرتے ہو... تو یہی کچھ نکلے گا۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"اُف مالک! یہ کیسی تکلیف ہے۔" ایک نے چیخ کر کہا۔

"مشکل ہے... تمھیں مالک تو یاد آیا... جواب ہم سے سن لو... یہ جیسی بھی تکلیف ہے... جہنم میں اس سے ستر گنا بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ تکلیف ہو گی... لہٰذا ابھی وقت ہے... بُرے کاموں سے توبہ کر لو۔"

"یہ... یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو... دوزخ... عذاب... یہ سب باتیں ہماری سمجھ کی نہیں ہیں۔"

"ابھی ابھی پھر یہ کیوں کہا تھا... اُف مالک... کیا تم نے

مالک اپنے اس باس کو کہا تھا... جو تمھاری مدد کو نہیں آ سکتا۔"

"نہیں... میرے منہ سے مالک کا لفظ اللہ کے لیے نکلا تھا۔" اس نے کہا۔

"ہمارا بھی یہی خیال تھا... خیر... اس موضوع پر تم سے بعد میں بات کریں گے... اب اپنے باس کو آواز دو۔"

"باس! ان لوگوں نے ہمیں ناکارہ بنا دیا۔" ایک نے چلا کر کہا۔

"فکر نہ کرو... میں آ رہا ہوں... انھیں سبق سکھانے کے لیے آنا پڑے گا... لیکن میں نے یہ نہیں سوچا تھا۔" باس نے پُر زور آواز میں کہا۔

"کک... کیا نہیں سوچا تھا۔"

"یہ کہ تم لوگ اس قدر آسانی سے ڈھیر ہو جاؤ گے... اب میں اور لوگوں کو نیچے بھیجوں گا... تو وہ بھی ڈھیر ہو جائیں گے... لہٰذا انھیں بے کار بنوانے کا کیا فائدہ۔"

"شکریہ باس! ہم آپ کی بہت ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔"

"اور ہم بھی... لیکن اپنا اصل چہرہ ساتھ لے کر آنا۔" آفتاب ہنسا۔

"فکر نہ کرو۔" باس نے جل کر کہا۔

اور پھر پندرہ منٹ بعد تہ خانے کا دروازہ کھلا اور باس

دس آدمیوں کے ساتھ پیچھے آتا نظر آیا...

"اوہو... یہ تو دس آدمیوں کو بھی ساتھ لے آئے حضرت۔ پہلے ان کو مزا چکھا دیں۔"

"خبردار!" ان دس میں سے ایک نے کہا۔

نہ جانے اس کی آواز میں کیا تھا... آصف کا اٹھا ہوا ہاتھ رک گیا... ورنہ دس کا بھی وہی حال ہوتا... جو پہلے تین کا ہوا تھا...

"تو آپ ہیں باس۔"

"ہاں! میں ہوں آج کا بادشاہ... تم لوگوں کی وجہ سے دھماکوں کا سلسلہ ضرور رک گیا ہے... لیکن اب پھر شروع ہو جائے گا، ہو جائے گا یا نہیں۔"

"نہیں... اب اس قصبے میں تم کوئی دھماکا نہیں کرا سکو گے..." آصف نے غرا کر کہا۔

"سوال یہ ہے کہ تمھیں دوسروں کے جسموں کے چیتھڑے اڑا کر ملتا کیا ہے۔"

"لو... پوچھ رہے ہیں... ملتا کیا ہے... یہ پوچھو... کیا نہیں ملتا۔"

"چلو... یہ بتا دو... کیا نہیں ملتا۔"

"بھوک نہیں ملتی... پیاس نہیں ملتی... دکھ نہیں ملتا فکر

اور پریشانی نہیں ملتی... اور بس اس قسم کی چیزیں نہیں ملتیں، عیش ملتی ہے... آرام ملتا ہے۔"

"اور جیل کی عیش۔"

"جیل کون کم بخت جاتا ہے... جیل تو ہم سے یوں ہی گھبراتی ہے۔"

"خیر معلوم ہو جائے گا... یہاں تم کس کے لیے کام کر رہے ہو۔" اس نے پوچھا۔

"بیگال کے لیے... بیگال نے اس پورے ملک میں مجھ جیسے لوگ مقرر کیے ہیں... ان کی ذمے داری صرف اور صرف اپنے اپنے علاقے میں دھماکے کرانا ہے... وہ بھی اس طرح کہ ایک مرتبہ سنیوں کے علاقے میں تو دوسری مرتبہ شیعوں کے علاقوں میں... تاکہ بموں کے دھماکوں سے ہونے والے جانی اور مالی نقصان کے لیے یہ لوگ آپس میں بھی لڑیں، جھگڑیں... ایک دوسرے کی جانیں لیں۔"

"اس سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے بیگال۔" فرحت نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"یہ کہ... اس ملک میں امن نہ ہو... افراتفری مچی رہے... اور ان حالات سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنی پسند کے آدمی اوپر لے آئے... حکومت جب ان کی پسند کے لوگوں کے ہاتھ میں آ

آ جائے گی... تو پھر انھیں کچھ کرانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔" باس نے کہا۔

"لیکن اس طرح حکومت ان کی پسند کے آدمیوں کے ہاتھ میں کس طرح آسکتی ہے؟"

"ملک میں جب امن نہیں رہے گا... تو فوج مارشل لا لگانے کی سوچے گی... پہلے بھی پانچ چھے بار اس ملک میں مارشل لا انھی لوگوں کی وجہ سے لگا ہے۔"

"لیکن مارشل لا لگوا کر انھیں کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟"

"یہ کہ... فوج میں جاپانیوں کے بھی بڑے بڑے آفیسر ہیں... مارشل لا لگے گا تو باگ ڈور کسی جاپان جرنیلوں کے ہاتھ میں آئے گی... اور وہ مزید سازش کر کے چیف مارشل لا کو بھی برطرف کر سکتے ہیں۔"

"اوہ! اس قدر آسان ترکیب۔" فرحت کانپ گئی۔

"آسان تو خیر نہیں... ہم لوگ کب سے دھماکوں کی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں... اس وقت تک صرف پانچ مرتبہ مارشل لا لگوانے میں کامیاب ہو سکے... مزے کی بات یہ کہ اس ملک کے لوگ بھی مارشل لا لگنے سے خوش ہوتے ہیں... وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس طرح تو ان کی جڑیں کاٹی جا رہی ہیں۔"

"ہاں واقعی! ہمیں پورے ملک میں دھماکوں کا سلسلہ روکنا

پڑے گا۔" آصف بڑبڑایا۔

"تم... تم بے چارے کیا کر سکو گے... تمھارے تو دن گنے جا چکے ہیں۔"

"ہائیں... دن گنے جا چکے ہیں... یہ دن گننے کا کام کس نے کیا تھا بھلا۔" آفتاب کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہم نے... بیگال نے۔"

"اچھا بدلے میں بیگال سے تمھیں کیا ملتا ہے؟"

"ہر چیز... جو ہم طلب کرتے ہیں... گاڑیاں، کوٹھیاں اور عیش کی ہر چیز۔"

"چار روزہ عیش پر ریجھ گئے ہو تم لوگ... بہت جلد یہ عیش تمھیں بے کار لگنے لگے گی۔"

"ارے میاں جاؤ... سودایانہ باتیں نہ کرو... ان کی چھٹی بتا دو بھئی۔"

"ہاں! آج کھانے کے لیے اس کے پاس کچھ نہیں ہے نا... لہذا چٹنی تیار کر دو۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

وہ دس کے دس آگے بڑھے... آفتاب نے پھر ہاتھ میں پکڑے آلے کا بٹن دبانے کی کوشش کی... لیکن اسی وقت باس کے اسی ساتھی نے عجیب سی آواز میں کہا:

"خبردار!"

وہ پھر رک گیا... اسے جھٹکا سا لگا... وہ اس آدمی کو گھورنے لگا... نو آدمی اب ان تینوں کی طرف بڑھے... دسواں جوں کا توں کھڑا رہا...

"کیوں... تم کیوں آگے نہیں بڑھ رہے؟"

"یہ... یہ بہت خطرناک بچے ہیں باس۔" اس نے ڈری ڈری آواز میں کہا۔

"بزدل! تم کس طرح میرے لوگوں میں آ گئے... تمہارا نمبر کیا ہے؟"

"اُن... اُنیس۔"

"بس تو پھر... انیس پھر تم تو گئے کام سے۔"

"نن... نہیں باس... آپ فرماتے ہیں تو میں اکیلا ان سے ٹکرا جاتا ہوں۔"

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔"

"تو پھر ٹکرا کر دکھاؤ۔"

"ہاں! ارے تم لوگ رک جاؤ۔" باس غرایا۔

آگے بڑھتے ہوئے آدمی رک گئے... اب صرف وہ دسواں آگے آیا... اور ان کے اور اپنے ساتھیوں کے درمیان آ کر رک گیا... پھر اچانک وہ ان نو کے درمیان میں آ گیا، اور اس کے ہاتھ پیر بجلی کی سی تیزی سے چلنے لگے... یہ دیکھ

کر باس چلایا:

"ارے... ارے... یہ کیا؟"

"یہ وہی ہے مسٹر باس... جو تم پسند کرتے ہو... افراتفری... ہل چل... دھماکے... دھواں... آگ۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

اچانک باس کا ہاتھ جیب کی طرف رینگ گیا... تینوں نے اس پر ایک ساتھ چھلانگیں لگائیں... اور اسے چھاپ بیٹھے... لیکن اس نے اپنے اوپر سے تینوں کو اچھال دیا... اور ہاتھوں اور پیروں کی مدد سے ان سے لڑنے لگا... وہ بھی پوزیشن میں آ گئے... ان کے بھی لاتیں اور مکے چلنے لگے...

اب تہ خانے میں خون ریز لڑائی ہو رہی تھی... مکے، لاتیں، آہیں، چیخیں... ہائے ہُو... سبھی کچھ تو تھا... اچانک دسویں کی آواز گونجی:

"مسٹر باس! یہ تو ڈھیر ہو گئے... اب باقی لوگوں کو بھی بلا لیں، تمہارے ترکش میں کچھ اور تیر ہیں اور بھی؟"

"ہاں! کیوں نہیں..." اس نے ہاتھ پیر چلاتے ہوئے کہا اور پھر ان تینوں نے نرغے سے نکل کر اچانک دیوار تک پہنچ گیا... دوسرے ہی لمحے اس نے ایک بٹن دبا دیا...

چند سیکنڈ میں ہی تہ خانے کا دروازہ کھل گیا... اور اس میں سے پندرہ آدمی اور نیچے اُترتے نظر آئے...

"اب کیا خیال ہے؟"

"پہلے تم کا جو حال ہوا... وہی ان کا ہو گا؟" یہ کہہ کر دسویں نے ان پر چھلانگ لگا دی... اور ابھی وہ سیڑھیاں اترنے بھی نہیں پائے تھے۔

دسواں آدمی اب بجلی کی سی سرعت سے ہاتھ پیر چلا رہا تھا... ادھر وہ تینوں باس کو بڑی طرح شکنجے میں کس چکے تھے... لیکن باس کو تو جیسے کوئی پروا اس بات کی تھی ہی نہیں... وہ تو دسویں آدمی کو اپنے پندرہ آدمیوں کے ساتھ لڑتے دیکھ رہا تھا... اور پھر اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئے... پندرہ آدمیوں کا بھی وہی انجام ہوا تھا...

"باس کے لیے تحفہ میری طرف سے۔" دسویں آدمی نے ہنس کر کہا۔

"آخر تم کون ہو؟" باس نے چلا کر کہا۔

"ارے! اب تک نہیں پہچان سکے... کمال ہے... میں ہوں رانا چھانگا... یہ دیکھو!"

"کیا!!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا... باس کا تو جو حال ہوا ہو گا... لیکن ان تینوں کی حیرت کی بھی انتہا نہیں رہی تھی...

انھوں نے دیکھا... دسویں آدمی نے اپنے چہرے سے

نقاب اتار دیا تھا...

"ارے! یہ تو واقعی رانا چھانگا ہے؟"

"تو تم کیا سمجھتے تھے باس... تم نے مجھے ٹھکانے لگا دیا ہے؟" اس نے کہا۔

"ہاں! میں نے تمھیں ٹھکانے لگا دیا تھا... لیکن یہ بات میرے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا... تمھارا قاتل میں خود ہوں... لہٰذا تم زندہ کس طرح ہو سکتے ہو... ضرور تم کوئی اور ہو۔"

"کیا کہا مسٹر باس... تم نے... یہ مسٹر رانا چھانگا نہیں... کوئی اور ہے؟"

"ہاں! چھانگا کو میں نے اپنے ہاتھ سے گولی ماری تھی اور اپنے ہاتھ سے اسے دفن کیا تھا؟" باس نے کہا۔

"لیکن کیوں... تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"وہ دھماکوں کے پروگرام میں رکاوٹ بن رہا تھا، کئی بم اس نے ناکارہ بنا دیے... اور وہ وقت پر پھٹ نہ سکے، ساتھ ہی اس نے اعلان کیا تھا... وہ اس قصبے میں دھماکا بازی نہیں چلنے دے گا... لہٰذا میں نے اُسے ختم کر دیا... اسی عمارت میں... جہاں تم اس سے ملاقات کرتے رہے ہو... لیکن وہ رانا چھانگا نہیں تھا؟"

"اگر وہ رانا چھانگا نہیں تھا... تو پھر آپ کو اسے گرفتار کرنے کے چکر میں رہے۔"

"اس لیے کہ میں جاننا چاہتا تھا کہ یہ نیا رانا چھانگا کون ہے اور کہاں سے آگیا ہے؟"

"تو پھر سن لو بابا... وہ میں تھا۔" رانا نے فوراً کہا۔

"کیا... تم تھے... لیکن تم کون ہو... یہی تو جاننا چاہتا ہوں۔"

"ابھی ابھی میں نے اپنے چہرے سے نقاب اتارا... اور اب تم میرا میک اَپ بھی اتروا دینا چاہتے ہو... خیر یونہی سہی۔" اس نے کہا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے میک اَپ بھی اتار دیا... اور پھر تو وہاں سبھی اچھلے تھے....

وہ بے گناہ تھے

ان کے سامنے انسپکٹر کامران مرزا مسکرا رہے تھے...

"اُتو کی آواز کے وقت ہمیں یہ خیال آیا تھا...!" آصف نے جھینپ کر کہا۔

"ضرور آیا ہو گا... لیکن جب مکان کو آگ لگائی گئی تو تم پریشان ہو گئے... اور یہ خیال کر بیٹھے کہ رانا چھانگا مارا گیا... اس کا مطلب ہے... تم نے صرف یہ خیال کیا تھا کہ میں بھی وہیں کہیں موجود ہوں... یہ خیال اس وقت بھی تم نے نہیں کیا تھا کہ میں رانا چھانگا کے روپ میں ہوں۔"

"جی ہاں! بالکل ٹھیک..." آصف بولا۔

"لیکن ابا جان... یہ کیا چکر ہے... آپ نے رانا چھانگا کا روپ کیوں دھارا؟"

"اس لیے کہ رانا چھانگا نے مجھے آواز دی تھی۔"

"ارے... تو کیا وہ زندہ ہے؟"

"نہیں... ادھر اس نے مجھے آواز دی... ادھر اسے مسٹر باس
نے ہلاک کر دیا... میں جب وہاں پہنچا... تو رانا چھانگا وہاں
نہیں تھا... البتہ ہم نے اس کی لاش تلاش کر لی... اسے
وہیں جنگل میں دفن کیا گیا تھا... مکان کے پچھلی طرف، دراصل
باس اپنا ہر جرم رانا چھانگا کے نام کرنا چاہتا تھا، اور
یہ اسی وقت ممکن تھا کہ رانا چھانگا زندہ نہ رہے... زندہ
ہوتے ہوئے تو وہ یہ شور مچاتا کہ یہ کام اس کے نہیں
ہیں... کوئی اس کے نام سے فائدہ اٹھا رہا ہے... لیکن مردہ
حالت میں وہ ایک لفظ بھی نہ کہہ سکتا... اور لوگ اس خاموشی
کا یہی مطلب لیتے کہ یہ سب کام رانا چھانگا ہی کر رہا ہے
اور اس طرح مسٹر باس بموں کے دھماکے کرتا رہتا... لیکن
اس کی بدقسمتی کہ رانا چھانگا نے سارے حالات کو بھانپ
لیا تھا... وہ کوئی بے وقوف آدمی نہیں تھا... بہت ذہین
تھا... اس نے باس کے سارے پروگرام کا اندازہ لگا لیا تھا
لہذا ساری باتیں مجھے لکھ بھیجیں کہ کس طرح اسے زبردستی مجرم
بنا دیا گیا ہے... اور میرے نام کا ہوّا کھڑا کیا جا رہا ہے...
قصبے میں جو بھی جرم ہوتا ہے... وہ میرے نام لگا دیا جاتا
ہے... حالاں کہ میں نے زندگی میں کبھی کوئی جرم سرے سے
کیا ہی نہیں... پہلے مجھ پر ایک فرضی چوری کا الزام لگایا

گیا... میں نے گرفتاری نہیں دی... بس میرا اصل جرم یہی تھا
میں بے گناہ پولیس کے ہاتھوں مار کھانے کی ہمت نہیں رکھتا
تھا... لہذا بھاگ نکلا... اور روپوش ہو گیا... فوراً بعد ہی
قصبے میں ایک قتل ہو گیا... اگلے دن اخبارات میں خبر لگ
گئی کہ یہ قتل رانا چھانگا نے کیا ہے... کیوں کہ جائے واردات
سے اس کا کارڈ ملا ہے... میرے پیروں تلے سے زمین نکل
گئی... میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی ایسا بھی ہو
سکتا ہے... مجھے قاتل تک بنا دیا جائے گا... پھر تو جرم
میرے نام لگنے لگے... اور پھر جب بموں کے دھماکے
شروع ہوئے اور وہ بھی میرے نام لگنے لگے... تو میرے
صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا... اور میں یہ خط آپ تک پہنچا دیا
ہے... خدا کے لیے آئیے... اس قصبے کو بچائیے اور مجھے بھی'
یہ خط تھا... جو مجھے ملا... میں یہاں پہنچا تو رانا چھانگا کو
ہلاک کیا جا چکا تھا... لہذا میں نے حالات کا جائزہ لیا، رانا
کو ہلاک کرنے والے نے اس کی موت کو بالکل چھپا لیا تھا، اور
اسی لیے یہ کام اس نے اپنے ہاتھ سے کیا تھا... اس میں
کسی سے کوئی مدد نہیں لی تھی... میں اس کا پروگرام سمجھ
گیا... اب وہ ہر جرم رانا چھانگا کے نام کرنا چاہتا تھا... رانا
چھانگا کہیں تھا نہیں... وہ گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا... اس

طرح مجرم نے خود کو بالکل محفوظ کر لیا... لیکن میں نے اس کی چال اس کے منہ پر دے ماری... رانا چھانگا کا روپ دھار لیا... اور سامنے آنے کے لیے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ پولیس والوں سے انھیں بچا کر اپنے مکان پر لے آیا... یہ خبر پولیس والوں کے ذریعے باس تک پہنچی... باس الجھن میں مبتلا ہو گیا کہ یہ کون شخص ہے... جس نے رانا کا روپ دھار لیا ہے، اس کے علاوہ تو کوئی بھی جانتا نہیں تھا... کہ وہ مارا جا چکا ہے؛ اب اس نے میرا سراغ لگانے کی کوشش شروع کر دی... ادھر تمھیں میں نے یہاں آنے کی ہدایت کی... اور بموں کے دھماکوں کی اطلاعات خفیہ آلات کے ذریعے دینا شروع کیں!

"لیکن... آپ کو ان کے پروگرام کا علم کس طرح ہوتا تھا؟"

"جب آدمی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اصل مجرم کون ہے تو پھر اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی... بس اسے یہ نہ بتایا جائے کہ اسے مجرم سمجھا جا رہا ہے... میں نے اپنا ایک خفیہ فورس کا آدمی اس طرح اس کے آدمیوں میں شامل کیا کہ اسے کانوں کان خبر نہ ہو سکی، اور یہ تمام اطلاعات مجھے اس کے ذریعے ملتی رہیں..."

"اوہ! اوہ!"

"تمام باتیں صاف ہو گئیں... لیکن..." آصف کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا؟"

"لیکن یہ کہ... آخر یہ ہے کون... جس نے یہ تمام ہلچل مچائی؟" آصف بولا۔

"ہم سبھی اس شخص کو اچھی طرح جانتے ہیں... دراصل یہ شخص جاپانی ہے۔"

"جاپانی!"

"ہاں! ہمارے درمیان یہ لوگ مسلمان بن کر رہتے ہیں، اور غیر ممالک میں بھی یہ خود کو مسلمان بناتے ہیں... اور اس طرح اسلام کو ناقابلِ یقین نقصان پہنچاتے ہیں... ہم سوچ بھی نہیں سکتے... کہ وہ کس طرح نقصان پہنچاتے ہیں، اور پھر ہمارے اپنے ملک میں صرف فوج میں ہی نہیں... دوسرے بڑے بڑے محکموں میں یہ لوگ موجود ہیں... وہاں بھی یہ دین، ملک اور قوم کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع نہیں گنواتے۔"

"تت... تو... تو یہاں بھی کوئی سرکاری افسر ہے؟"

"ہاں! انھیں رشید ڈوگر کہتے ہیں۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"ہاں! یہ بات ابھی ثابت ہو جاتی ہے..." یہ کہہ کر انھوں نے اس کا نقاب الٹ دیا...

"اُف مالک... یہ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟"

"جو حقیقت ہے۔"

"لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا... کہ یہ شخص مجرم ہے؟" آصف نے پوچھا۔

"میں نے یہاں آنے سے پہلے ہی خفیہ فورس کے آدمی کو ہر طرف لگا دیا تھا... رشید ڈوگر کے دفتر میں بھی میں نے ایک آدمی شامل کر دیا۔"

"لیکن کیسے؟"

"بھئی اس آدمی کے گھر جا کر... اسے ساری بات میری طرف سے بتا کر اس کا میک اپ کر کے... دفتر آنے جانے لگ گیا... اتنے دن تک اس آدمی کی چھٹیاں رہیں... وہ بہت خوش رہا۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ... بہت خوب!"

"یہ ہے ان لوگوں کا روپ... یہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اور مسلمانوں سے جن فرقوں کی دشمنی ہے... ان سے انھیں لڑا کر اپنا کام نکالتے ہیں... اور یہاں تو براہِ راست بموں کے دھماکے یہ لوگ خود کرتے رہے ہیں... اللہ اپنا رحم

فرمائے۔"

"بہت ہی افسوس ہوا... یہ ساری باتیں سن کر... ان کا کوئی علاج نہیں ہے کیا انکل؟" فرحت بولی۔

"جب مسلیمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا... اور اپنے ساتھ بہت سے لوگوں کو ملا لیا... تو ان کے خلاف جہاد کیا گیا تھا، یہ جہاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے زمانے میں ہوا... اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا گیا تھا... مسلیمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی تھی... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ کی طرف یہ پیغام بھیجا تھا کہ ان لوگوں کو تین دن تک اسلام کی دعوت دو، اور اگر نہ مانیں... تو انھیں قتل کر دیا جائے... تو بھئی ان کا علاج تو بس یہی ہے... تین دن تک حکومت انھیں اسلام لانے کی دعوت دے... نہ مانیں تو ان سب کو قتل کر دیا جائے... کیوں کہ یہ صرف کافر ہی نہیں... مرتد اور زندیق ہیں۔"

انسپکٹر کامران مرزا کہتے چلے گئے... اور پھر وہ انھیں لے کر اوپر آ گئے... عمارت کے باہر خفیہ فورس والے موجود ہی تھے... مجرم کو ان کے حوالے کر دیا گیا...

بک... کیا رانا چھانگا کا کوئی رشتے دار عزیز موجود نہیں؟"

آصف بولا۔

"سنا ہے... اس کا گھر قصبے میں ہے۔"

"انھیں بھی تو رانا چھانگا کی موت کی خبر ہونی چاہیے۔"

"ہاں! یہ بھی ضروری ہے... اور یہ اطلاع دینا بہت مشکل کام بھی ہے..." انسپکٹر کامران مرزا نے گھبرا کر کہا۔

"لیکن انکل... یہ کام بھی آخر ہمیں کرنا ہی ہو گا۔" فرحت نے کہا۔

"ہوں! ٹھیک ہے۔"

انھوں نے رانا چھانگا کا پتا معلوم کیا... اور وہاں پہنچے۔ دستک کے جواب میں ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا:

"کیا بات ہے... میرے بچو؟"

"ماں جی... رانا چھانگا کا گھر یہی ہے؟" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ہاں! اس بدنصیب کا گھر یہی ہے... لیکن اب تو اس کا گھر کسی دن جیل کی کوٹھری ہو گا۔" بوڑھی نے کہا۔

"نہیں ماں جی... ایسا نہیں ہو گا..." انھوں نے غمگین لہجے میں کہا۔

"اچھا... کیا پولیس نے اس پر بنائے ہوئے مقدمات واپس

لے لیے ہیں؟"

"یہ بات نہیں ہے ماں جی... بات یہ ہے کہ آپ کا بیٹا اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے دل پر پتھر رکھ کر کہا۔

"یہ سن کر سکون ہو گیا..." بوڑھی عورت نے کہا، اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے... گھر کے اندر سے رونے کی آواز سنائی دی۔

"آپ کے اور بھی بچے ہیں؟"

"ایک بیٹی ہے... رانا سے چھوٹی۔"

"اور کوئی رشتے دار ہے آپ کا...؟"

"ن... نہیں۔" اس نے کہا۔

"میرا نام انسپکٹر کامران مرزا ہے... آپ نے نام سنا ہے کبھی؟"

"ہاں! کیوں نہیں... رانا تو آپ کا ذکر اکثر کرتا رہتا تھا۔" بوڑھی نے کہا۔

"یہ مکان آپ کا اپنا ہے یا کرائے کا؟" انسپکٹر کامران مرزا نے پوچھا۔

"کرائے کا۔"

"آپ لوگ ہمارے ساتھ چلیں... یہاں آپ کو پریشانی ہو گی۔"

"بب... بیٹا۔"

بڑھیا کی لرزتی آواز سنائی دی....

دو منی خاص نمبروں کے ساتھ ایک اور اضافہ

آیندہ ناول کی ایک جھلک

۲۰ مارچ کو پڑھیے | قیمت ۱۰ روپے

محمود ، فاروق ، فرزانہ

اور ــــ انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر ۳۸۸

ایجاد کا خون

- لیجیے ! ایک اور دھماکا — آپ کی خواہش پر — پُرزور اصرار پر —
- ایک بار پھر چھوٹے سائز کا ناول شروع ہو رہا ہے — ہر ماہ

ایک ناول دو منی خاص نمبروں کے علاوہ —

- اور اگر آپ نے اسے پسند کیا — تو ...
- جن قارئین کی قوتِ خرید کم ہے — ان کے لیے —
- وہ خرید کر پڑھنے کا شوق پورا کر سکتے ہیں — اصل مزا تو دراصل خرید کر پڑھنے کا ہے —

اور اب ناول کی جھلکیاں ملاحظہ ہوں :

- خان جہاد سے ملیے — بلکہ انہیں ملنے والے ایک پُراسرار خط سے ملیے۔
- خط سے ملنا کیا ہوا — خط پڑھیے اور دھک سے رہ جائیے —
- ایک گھر کی چھت — صرف ایک کمرے کی چھت گر پڑی تھی ، لیکن کس طرح ؟
- مارے حیرت کے آپ کا بُرا حال ہو جائے گا — آپ نے زندگی میں کوئی چھت اس طرح گرتے نہیں سُنی ہو گی —
- لوگرا کون تھا ، وہ کیا چاہتا تھا ؟
- انسپکٹر جمشید کو فون کر کے بلایا گیا تو ان کی حیرت کا بھی کوئی ٹھکانا نہ رہا —
- محمود ، فاروق اور فرزانہ آپ کو چکر پہ چکر کھاتے نظر آئیں گے —
- مجرم کون تھا ، آپ آخر تک نہیں جان سکیں گے — اس لیے کہ ...
- جی ہاں ! اس لیے کہ ماضی کے ناولوں میں تو یہی ہوتا تھا نا —

آئندہ ناول کی ایک جھلک

٢٠ مارچ کو پڑھیے | قیمت ١٨ روپے

منی خاص نمبر

شوکی سیریز

ناول نمبر ٣٨٩

باس کا خوف

مصنف : اشتیاق احمد

○ شوکی برادرز جلالی نور کے تھانے میں داخل ہوئے تو ایک شخص کی دل دوز چیخیں سنائی دیں۔

○ ان کے کان کھڑے ہو گئے۔

○ اندر ایک شخص کو الٹا لٹکایا گیا تھا اور اس پر ظلم ہو

رہا تھا۔

○ اس پر الزام تھا کہ اس نے موٹر سائیکلیں چرائی ہیں۔

○ ثبوت اس کا جلالی نور کے پاس یہ تھا کہ وہ شخص معمولی تنخواہ کا ایک ملازم تھا۔

○ لیکن اس کا بنک بیلنس پندرہ لاکھ روپے تھا۔

○ جب یہ بات اس غریب آدمی کو بتائی گئی تو وہ بھی حیران رہ گیا۔

○ اس کا کہنا تھا کہ اس نے تیس چالیس ہزار سے زائد بنک میں جمع نہیں کرائے۔

○ وہ بھی ایک لمبی مدت میں۔

○ لیکن بنک اکاؤنٹ بتا رہا تھا کہ وہاں پندرہ لاکھ روپے جمع تھے۔

○ شوکی برادرز اس کیس میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گئے۔

○ لیکن یہ کیس انھیں بہت مہنگا پڑا۔

○ کیس کی پشت پر ایک بہت خوف ناک دماغ کام کر رہا تھا۔

○ اس کا صرف دماغ ہی خوف ناک نہیں تھا، بلکہ وہ خود بھی حد درجے خوف ناک تھا۔

○ اس کے کام بھی خوف ناک تھے۔

- ○ شہر کی انتظامیہ اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتی تھی ۔
- ○ اس لیے کہ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے ۔
- ○ ڈنگو سے ملیے ۔
- ○ شوکی برادرز کی بوکھلاہٹیں ۔
- ○ رفعت بھی اس کیس میں سامنے آتی ہے ۔
- ○ آئی جی صاحب نے ان کا ساتھ کس طرح دیا ؟
- ○ وہ گھر کے سامنے پہنچے تو ان کا گھر دھڑا دھڑ جل رہا تھا ۔
- ○ آئی جی صاحب نے فائر بریگیڈ کے لیے فون کیا، لیکن آگ بجھانے والی گاڑیاں نہ پہنچ سکیں اور سارا گھر جل کر راکھ ہو گیا ۔
- ○ تماشائیوں میں ایک پُر اسرار شخص موجود تھا ۔
- ○ اس کا تعاقب کرتے ہوئے شوکی برادرز کو کیا بات معلوم ہوئی ۔
- ○ آخر میں شوکی نے مُجرم کے چہرے سے نقاب کس طرح اُلٹا ؟
- ○ قدم قدم پر آپ کا دل دھڑکے گا ۔
- ○ اپنی طرز کا انوکھا ناول ۔
- ○ آپ نے ایسا ناول شاید پہلے زندگی میں نہ پڑھا ہو گا ۔

آیندہ ناول کی ایک جھلک

۲۰ مارچ کو پڑھیے

قیمت ۱۸ روپے

منفرد خاص نمبر

محمود، فاروق، فرزانہ

اور — انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر ۳۹۰

موت کا علاج

مصنف : اشتیاق احمد

- ○ شہر کے ایک بہت بڑے دولت مند کو ایک عجیب خط ملا ۔

- اس خط میں لکھا تھا — کل تم مر جاؤ گے۔
- لیکن اگر تم چاہتے ہو کہ مرنے کے بعد تمھیں پھر سے زندگی مل جائے تو ایسا ہو سکتا ہے۔
- لیکن اس کے لیے تمھیں ہماری ہدایات پر عمل کرنا ہو گا۔
- تمھارے گھر والوں کو تمھارے مرنے کے فوراً بعد تمھیں دفن کرنا ہو گا۔
- اس کے بعد تمھیں قبر میں سے زندہ واپس لوٹانا ہمارا کام ہو گا اور اس کے لیے تمھیں ہماری فیس ادا کرنا ہو گی۔
- فیس کتنی تھی — کتنی ادا کرنا تھی اور کتنی ادا کی گئی۔
- ایک ایسا ناول — جو ہر قدم پر آپ کو حیرت میں ڈال دے گا۔
- انھوں نے فیس ادا کی، لیکن وہ زندہ نہ لوٹے۔
- ایک اور شخص کو ایسا ہی خط ملا۔
- اس نے فیس ادا کی اور زندہ لوٹ آیا۔
- محمود، فاروق اور فرزانہ اس سارے چکر میں جرم کی بو سونگھتے ہیں۔
- لیکن جرم کی یہ بو انھیں کس قدر مہنگی پڑی۔

- انھوں نے مجرم کا سراغ کس طرح لگایا۔
- آپ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ مجرم کون ہے۔
- یہ کہانی آپ کو دھوکا دے جائے گی۔
- جی ہاں!
- جب مجرم آپ کے سامنے آئے گا تو آپ ضرور اچھل پڑیں گے۔
- آپ ہی نہیں — کہانی کے کردار بھی۔
- اور پھر آپ بے ساختہ ایک بات کہہ اٹھیں گے۔
- وہ بات کیا ہو گی — یہ میں جانتا ہوں — آپ نہیں۔
- لیکن — میں آپ کو وہ بات بتا نہیں سکتا — صرف مسکرا سکتا ہوں۔
- آپ تو ناول پڑھ کر ہی جان سکیں گے۔
- ایک انتہائی حیرت انگیز ناول۔
- قدم قدم پر آپ کو اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہوں گے۔
- ایک چالاک ترین مجرم کی کہانی۔
- اگر آپ کو ناول حاصل کرنے میں کوئی مشکل ہو تو آپ صرف ایک خط لکھ کر براہِ راست ادارے سے بذریعہ وی پی منگوا سکتے ہیں — شکریہ!

آیندہ ناول کی ایک جھلک

۲۰ مارچ کو پڑھیے | قیمت ۱۰ روپے

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۱۳

- شکیل انصاری کے دروازے کی گھنٹی بجی۔
- دروازہ کھلتے ہی ان کی نظر تین آدمیوں پر پڑی، تینوں کے ہاتھوں میں کھلے خنجر چمک رہے تھے۔
- شکیل انصاری کے جسم سے خون نکال لیا گیا۔
- مجرموں نے ان کے جسم سے خون کیوں نکالا۔
- مجرموں نے خون کا کیا کیا؟
- ایک دلچسپ صورت حال۔
- آپ کے کردار آخر خون کے سوداگروں کا سراغ لگا لیتے ہیں۔

آیندہ ناول کی ایک جھلک

۲۰ مارچ کو پڑھیے | قیمت ۱۰ روپے

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۱۴

- محمود نے تھانے دار کی جیب سے بٹوہ اڑایا اور آگے بڑھ گیا۔
- تھانے دار ہال میں موجود ایک بھیانک آدمی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔
- اس کا خیال تھا کہ بٹوہ اس بھیانک آدمی نے چرایا ہے۔
- بھیانک آدمی کون تھا؟
- تھانے دار بھرے ہال میں محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کی تلاشی لیتا ہے۔
- بٹوے کے چکر میں وہ پورے قصبے کو اپنا دشمن بنا لیتے ہیں۔
- انھوں نے ایسا کیوں کیا — پڑھیے اور دنگ رہ جائیے!

آئندہ ناول کی ایک جھلک

۲۰ مارچ کو پڑھیے | قیمت ۱۰ روپے

آفتاب، آصف، فرحت اور انسپکٹر کامران مرزا سیریز

سیاہ پوش

مصنف: اشتیاق احمد

- قصبہ تیموری میں ایک عجیب و غریب آفت نازل ہوئی۔
- اس آفت نے لوگوں کو سہما دیا۔
- وہ آفت کیا تھی؟
- اس آفت کی وجہ سے قصبے کی رونق ختم ہو گئی۔
- تفریحی مقام پر لاشیں ملنے لگیں۔
- ہر لاش کی پشت میں خنجر پیوست ہوتا اور خنجر پر سیاہ پوش لکھا ہوتا۔ سیاہ پوش کون تھا؟
- رونگٹے کھڑے کر دینے والا ناول۔

آئندہ ناول کی ایک جھلک

۲۰ مارچ کو پڑھیے | قیمت ۱۰ روپے

شوکی سیریز

آدھا ہیرو

مصنف: اشتیاق احمد

- رات ایک بجے انھیں ایک فون ملا۔
- فون کرنے والا کسی مصیبت میں مبتلا تھا۔
- وہ اسی وقت گھر سے نکل کر اس کی مدد کو پہنچے۔
- ایک مکان برائے فروخت تھا۔
- فون کرنے والے نے اس مکان کا پتا دیا۔
- اور پھر اس مکان سے ایک نوجوان آدمی نکلا۔
- وہ کون تھا؟
- ایک دلچسپ صورتِ حال۔ شوکی برادرز اس سے کس طرح نبٹے۔ آپ بے ساختہ مسکرائیں گے۔

محترم اشتیاق احمد صاحب

السلام علیکم ! خاص نمبر "جیکان کی واپسی" پڑھا ، ہر لحاظ سے اچھا ناول تھا۔ چاند کو تباہ کرنے کی خبر پڑھ کر کافی سے زیادہ حیران ہوا۔ بات ہے بھی حیران ہونے کی ۔ میرا تو مشورہ ہے کہ آپ اپنے ناول "یوڈا پر حملہ" کا انگریزی ترجمہ کروا کر اس امریکی ماہر کو ارسال کریں اور اسے بتائیں کہ دیکھو ہم مسلمانوں نے تمھاری سازش کو پہلے ہی بھانپ لیا ہے ، جو تم آیندہ آنے والے وقت میں کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اور یہ بھی تمھاری شکست کا نمونہ ہے ۔ جو وقت آنے پر تمھاری ناکامی کا سبب بنے گی ۔ "جیکان کی واپسی" میں آپ نے جن دو ملکی شخصیات کی طرف اشارہ دیا ہے ، کیا وہ واقعی دونوں قادیانی ہی ہیں ؟ اگر ہیں تو ہمیں کچھ کرنا چاہیے ۔

حافظ عبید الرحمٰن ، مکان نمبر ۱۰۹۲ ، محلہ شعیب زئی ، نواں شہر ، ایبٹ آباد ، ہزارہ

○

ڈیر انکل اشتیاق احمد

السلامُ علیکم ! اپنی طرز کا منفرد خاص نمبر" جیگان کی واپسی" پڑھا ، پسند آیا ۔ "باطل قیامت" اور "یوڈا پر حملہ" جیسے خاص نمبرز کی طرح یہ بھی چونکا دینے والا موضوع لیے ہوئے تھا ۔ پروفیسر غوری کے بچھڑنے کا بہت افسوس ہوا ۔ نہ جانے کیوں ہم ان کرداروں سے اتنے مانوس ہو چکے ہیں کہ انسانوں کی طرح "جیتے جاگتے" کردار محسوس ہوتے ہیں ۔ بہرحال آپ کے ایسا کرنے سے کرداروں کے متعلق مافوق الفطرت ہونے کے احساس میں کمی محسوس ہوئی ۔ امید ہے ، جلد ہی کسی نئے سائنس دان کا تعارف کروائیں گے ۔

رفعت کا اضافہ کرکے آپ نے ہماری ایک دیرینہ خواہش پوری کر دی ۔ اُمید ہے ، ناولوں میں کچھ عرصہ سے یکسانیت والی شکایت اس خوش گوار تبدیلی سے ختم ہو جائے گی اور مزید نکھار آئے گا ۔ بین الاقوامی مجرموں کی کمی محسوس ہوئی ۔ ناول میں کچھ خامیاں بھی تھیں ، لیکن بحیثیت مجموعی پلاٹ پر آپ کی گرفت مضبوط رہی ۔ خاص نمبرز دوبارہ ضخامت کی طرف گامزن دکھائی دیتے ہیں ۔ امید ہے ، آپ اسی رفتار سے چلتے ہوئے "سنہری چٹان" کو عبور کر جائیں گے ۔ ہماری تو یہی دُعا ہے ، آگے اللہ بہتر جانتا ہے ۔

محمد اظہر علی ، مکان نمبر ۹ ، گلی نمبر ۱۲ ، مجاہد آباد ، مغلپورہ ، لاہور

○

محترم اشتیاق احمد صاحب

السلامُ علیکم ! آپ کا تازہ ترین خاص نمبر" جیگان کی واپسی" پڑھا ، اتنا اچھا خاص نمبر لکھنے پر مبارک باد قبول کریں ۔

ماہنامہ "پھول" میں آپ کا انٹرویو پڑھا تو یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ آپ نے ماہنامہ "چاند ستارے" کیوں بند کیا تھا ۔ ماہنامہ "آنکھ مچولی" (دسمبر ، جنوری) میں آپ کی تحریریں دیکھ کر خوشی ہوئی ۔ "آنکھ مچولی" میں شائع ہونے والا سلسلہ وار ناول "بچاؤ" یقیناً تہلکہ خیز ناول ہو گا ۔ روزنامہ "خبریں" کے بچوں کے لیے ہفتہ وار ایڈیشن میں آپ کا ناول "نیلی روشنی" کافی اچھا جا رہا ہے ۔ اللہ آپ کے قلم میں مزید نکھار پیدا کرے ۔

سکندر بٹ ، صفدر علی بٹ ، ۶۲ - بی سٹیلائٹ ٹاؤن ، گوجرانوالا

○

پیارے انکل اشتیاق احمد

السلامُ علیکم ! دسمبر کے سارے ناول بہت پسند آئے ۔ خاص نمبر "جیگان کی واپسی" بہت اچھا تھا ۔ پروفیسر غوری کی وفات کا پڑھ کر بہت دُکھ ہوا ۔ سُپر مسٹری سیریز کی دوسری کتاب نمبر سپ بہت معلوماتی کتاب ہے ۔ ڈاکٹر سعید مختار صاحب بلاشبہ ایک

بہترین مصنف ہیں۔

میں نے ایک چھوٹی سی لائبریری کھولی ہے، جس کا نام پرنس لائبریری ہے۔ میرے پاس تین سو سے زیادہ کتابیں ہیں۔ آپ میرے پسندیدہ مصنف ہیں۔

مدثر ملک ، بنگلہ نمبر ہ ، گلکدہ کالونی ، سوات

O

پیارے انکل

السلام علیکم! سعید مختار صاحب کی تازہ کتاب "سُپر سینسز" پڑھی، بہت پسند آئی۔ ایسی معلوماتی کتب لکھنے پر میری طرف سے سعید مختار صاحب کو مُبارک باد پیش کریں۔ انکل! جس طرح میں نے پہلے تجویز پیش کی تھی کہ "پانی کا جادو" کو بھی سپر مسٹری سیریز کے تحت شائع کریں، اسی طرح میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ آپ "سپر واٹر" کے ساتھ ساتھ اگر ہو سکے تو سعید مختار صاحب کی کتاب "پُراسرار قوتیں" کو "سُپر فورسز" کے نام سے "سُپر مسٹری سیریز" میں دوبارہ شائع کریں۔ سُپر مسٹری سیریز کو جاری رکھیں، تاکہ ہمیں اسی طرح معلومات سے بھرپور کتب پڑھنے کو ملتی رہیں۔ شکریہ!

فیصل شہزاد ، ۱۶۹-۱۶۸ میسی گیٹ ، صدر ، راولپنڈی

O

ڈیر انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم! بے نمازی کے لیے چند سطور لکھ کر بھیج رہا ہوں، کسی ناول میں شائع کر دیں۔ دُعا ہے، ہم سب مسلمان باقاعدہ نمازی بن جائیں۔ آمین!

"بے نمازی اور قہرِ خداوندی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے نمازی کے لیے یہ سزائیں مقرر ہیں:

● دُنیا میں: ۱۔ بے نمازی کی عمر سے برکت اُٹھا لی جاتی ہے۔ ۲۔ ایسا شخص جو بھی نیکی کرتا ہے، اللہ کے ہاں اس کا کوئی ثواب نہیں ملتا۔ ۳۔ نیک لوگوں کی علامت اس کے چہرے سے ہٹا لی جاتی ہے۔ ۴۔ ایسے شخص کے حق میں کوئی دُعا کرتا ہے تو وُہ بھی قبول نہیں ہوتی۔ ۵۔ بے نمازی جو بھی دُعا مانگتا ہے، وُہ قبول نہیں کی جاتی۔

● موت کے وقت: ۱۔ ایسے شخص کی مَوت ذلّت کے ساتھ ہو گی۔ ۲۔ مرتے وقت بھوکا مرے گا۔ ۳۔ مَوت کے وقت جتنا جی چاہے پانی پلا دیجیے، پیاسا ہی رہے گا۔

● قبر کے اندر: ۱۔ بے نمازی کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔ ۲۔ بے نمازی کی قبر میں آگ دہکائی جائے گی، تاکہ وہ اس میں جلتا رہے۔ ۳۔ بے نمازی کی قبر میں سزا دینے کے لیے ایک سانپ مقرر کیا جائے گا، جس کی آنکھیں آگ کی طرح اور ناخن لوہے کے ہوں گے۔"

نوید محمد کھوکھر، مکان نمبر ۲۰۷-آر، سیکٹر ۱/سی-۱۱، سرسید ٹاؤن، نارتھ کراچی

گذشتہ ماہ کے ناول

۳۸۴ — دلدل میں لاش	منی خاص نمبر	۱۸ روپے
۳۸۵ — بڑی رکاوٹ	// // //	۱۸ //
۹ — ڈریکولا کا بھوت	انسپکٹر جمشید سیریز	۱۰ //
۱۰ — پستول کا اغوا	// // //	۱۰ //
۵ — ہولناک وبا	انسپکٹر کامران مرزا سیریز	۱۰ //
۵ — چائے کا بھکاری	شوکی سیریز	۱۰ //
۶۸ — سپر سینس	سپر مسٹری سیریز	۱۰ //
۸۲ — مقتول کا جرم	انسپکٹر ارسلان سیریز	۱۸ //